کو اقبال کی شاعری کا عکس کہنا چاہئے، ان کا مرکزی تصور بھی اثبات خودی، ایمان و ایقان، جوش عمل ولولۂ آرزو اور زندگی کی تڑپ ہے، اور گلبانگ حیات حزین کی زبان سے نوید زندگی ہے، اس مجموعہ میں گو مختلف رنگ کے نمونے ہیں، لیکن مرکزی خیال تقریباً سب میں ایک ہے، حتی کہ غزلوں میں بھی رنگین نوائی کے بجائے رجز زندگی ہے قطعات خاص طور سے بہت حکیمانہ اور روح حیات کی تفسیریں ہیں،

الہامات سلیمانی، مرتبہ جناب منظور الحق صاحب کلیم تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۵۰ صفحے کاغذ کتابت و طباعت اوسط، قیمت معلوم نہیں، پتہ:- منظور الحسن صاحب کلیم پرشین ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول شاہجہان پور،

مولانا شاہ سلیمان صاحب مرحوم پھلواروی اپنے گوناگون کمالات کے ساتھ شعر و سخن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور تفنن کے طور پر کبھی کبھی فکر سخن بھی فرمایا کرتے تھے، عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ان کے کلام کے نمونے موجود ہیں، ان کے خلیفۂ مجاز منظور الحق صاحب کلیم نے ان کو الہامات سلیمانی کے نام سے شائع کر دیا ہے، اس میں منظوم شجرے، قصیدے، نعتیں، منقبت، منظوم مکتوبات، غزلیں، تاریخیں وغیرہ مختلف اصناف کے نمونے موجود ہیں، شاہ صاحب کے متوسلین کے لئے یہ مجموعہ تبرک کی حیثیت رکھتا ہے،

رباعیات حیدر، از جناب حیدر دہلوی تقطیع جیبی ضخامت ۱۲۴ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد عہ مرتبہ حالی پبلشنگ ہاؤس اردو بازار جامع مسجد، دہلی،

جناب حیدر دہلوی دہلی کے خوشگو شعراء میں ہیں، رباعیات حیدر ان کی رباعیوں کا مجموعہ ہے اس میں شراب شباب، حقائق تلخ، حقائق و معارف، برکات وطن، اردو، پیری، انسان، شاعر، شہداء اور آثار وطن سے متعلق سو سے اوپر رباعیاں ہیں، یہ رباعیاں تخیل اور زبان دونوں کے اعتبار سے پر لطف ہیں، "م"

جلد ۴۸ ماہ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء عدد ۶

مضامین

شذرات

رحمتِ عالم کے ہندی ترجمہ کے لئے تین صاحبوں نے چندے بھیجے ہیں اور تینوں علما ربیعہ ہیں، جن میں سے ایک نے ۵ء دکن سے بھیجے ہیں، اور دوسرے نے ۵ء علی گڈہ کے نواح سے، اور تیسرے نے صرسی پی کے ایک گوشہ سے، اب اس کام کے لئے کسی چندہ کی ضرورت نہیں، احباب زحمت نہ فرمائیں،

ایک زمانہ تھا جب کہ قرآنِ پاک کا کوئی انگریزی ترجمہ کسی مسلمان کے قلم سے موجود نہ تھا لیکن پچھلے بیس برس کے عرصہ میں بحمداللہ متعدد ترجمے چھپ کر شائع ہوئے اور مسلمانوں میں پھیلے لیکن ابھی تک کوئی ترجمہ ایسا نہیں ہوا تھا جس پر اہلِ علم اور علماے دین کو پورا اعتبار ہو، اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی (بی اے) نے کی ہے، موصوف مسلسل کئی سال سے پورے انہماک کے ساتھ اس میں مصروف تھے، اب بحمداللہ ان کا یہ کام اتمام کو پہنچ گیا

اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ترجمہ حاصلِ مراد اور مطالب کا نہیں کیا گیا ہے، جس میں بیسیوں لفظی و معنوی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بلکہ پوری لفظی پابندی کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر قرآنی لفظ کا ٹھیک ترجمہ صحیح انگریزی لفظ میں ادا ہو جائے،

مطلب و معنی میں خالص متبعینِ سنت کے اصول کی پیروی کی گئی ہے، یعنی ہر قسم کی تاویلاتِ فاسد سے احتراز برتا گیا ہے، آیت کے حل اور معنی کے تعین میں تفسیر کی معتبر کتابوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، شرح طلب آیتوں پر حاشیے لکھے گئے ہیں جن میں تاریخی، جغرافی، کلامی، فقہی، تمدنی مسائل متعلقہ کی تفصیل کی گئی ہے، اور جہاں ضرورت ہوئی ہے توراۃ و انجیل، اور یہود و نصاریٰ کی مستند کتابوں سے حوالے دے کر قرآنِ پاک کی تصدیق کی گئی ہے، انگریزی زبان کی صحت میں متعدد زبان دانوں سے مشورے لئے گئے ہیں،

ہمارے ملک میں مصنف و مترجم کی اصلی دقت اپنے کام کے ختم کرنے کے بعد شروع ہوتی ہے، جب وہ اپنے کام کو ختم کرکے یہ آواز لگاتا ہے،

من قماش فروشِ دلِ صد پارۂ خویشم

پھر اس کے جواب میں کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھتی، چاہئے تو یہ تھا کہ کوئی فیاض دل اٹھتا اور اس کی طبع و اشاعت کا کام دین کی خدمت سمجھ کر انجام دیتا، لیکن بہرحال اب جو صورت اس کی قرار پائی ہے وہ بھی اچھی ہے، یعنی تاج کمپنی نے تجارتی حیثیت سے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے، اور امید ہے کہ موجودہ زمانہ کی ناگزیر دشواریوں کے باوجود کچھ دنوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں ان کے کلامِ الٰہی کا ایک مستند ترجمہ آجائے، انشاء اللہ اس ترجمہ سے نوجوان مسلمانوں، اور اُن ملکوں کے مسلمانوں کو جہاں انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، بیحد فائدہ پہنچے گا،

ادارۂ **معارفِ اسلامیہ** لاہور کا سالانہ اجلاس جیسا کہ پہلے سے معلوم ہے امسال لکھنؤ میں ہوگا، ادارہ کی مجلسِ عاملہ نے اسکے لئے ۱۶-۱۷-۱۸ مارچ سنہ ۱۹۴۲ء کی تاریخیں مقرر کی ہیں، ۱۰، ۱۱ ماہ دسمبر کو اس کے لئے لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایوانِ عباسیہ میں شہر کے اکثر اہلِ علم و قلم اور

علم دوست حضرات کا جلسہ ہوا جس میں مجلسِ استقبالیہ کی ابتدائی کارروائیاں طے ہوئیں، جناب مولانا حافظ محمد عمران خاں صاحب ندوی ازہری مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء اور جناب مولانا حکیم خواجہ شمس الدین صاحب جنرل سکریٹری اور جناب پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی ناظم نمایش کتبِ علمی، جناب مستفر اللہ صاحب خازن اور چھ سات اصحاب انتظامی مجلس کے ممبر قرار پائے، جن کے نام علاوہ مذکورۂ بالا عہدہ داروں کے یہ ہیں، نواب زادہ شمس الحسن خاں صاحب شمس بی اے، ال ال بی (بھوپال ہوس) مولنا محمد شفیع صاحب مدرس اعلیٰ مدرسۂ نظامیہ فرنگی محل، مولوی عبد الماجد صاحب دریابادی اور یہ ہیچ مدان، شاید ایک دو نام یاد نہ رہے ہوں، صدارتِ استقبالیہ کے لئے چند نام زیرِ غور ہیں، یونیورسٹیوں کے تعاون کی بھی امیدیں ہیں،

یہ تو اجلاس کی ظاہری شکل ہے، لیکن اس کی حقیقی کامیابی اہلِ علم و اہلِ قلم وارباب تحقیق اور شائقینِ علم کی شرکت اور مقالات کی اہمیت ہے، ہم کو امید ہے کہ پنجاب، یوپی اور بعض دوسرے صوبوں کے شائقینِ علم وتحقیق اس میں اپنے محققانہ مقالے پڑھیں گے، اور سعیِ بلیغ فرمائیں گے کہ یہ اجلاس اپنی معنوی خصوصیات کے لحاظ سے کامیاب ہو،

اس اجلاس کے متعلق ہر قسم کی اطلاع، خط وکتابت، اور استفسار براہِ راست جنرل سکریٹری صاحب اجلاس ادارۂ معارف اسلامیہ، دار العلوم ندوہ لکھنؤ سے کریں، یا سکریٹری صاحب دفتر ادارۂ معارف اسلامیہ اورنٹیل کالج لاہور سے،

مقالات

قرآنی تصوّرِ مملکت

از

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی ایچ ڈی استاذ جامعہ عثمانیہ

"لائق مضمون نگار جامعہ عثمانیہ مین قانون بین الممالک کے استاذ ہین، اور دنیا کی مختلف قومون کے تصورِ مملکت اور دستورِ حکومت پر ان کی نگاہ ہے، اس مضمون میں اسی نقطۂ نظر سے اسلامی تصورِ مملکت کو انھون نے پیش کیا ہے، موجودہ زمانہ مین اسلامی تعلیمات اور اس کے نظام کو جدید طرز مین اس طرح پیش کرنا جو دوسری قومون اور جدید طبقہ کے لئے بھی قابلِ توجہ ہو، ایک مفید خدمت ہے، یہ مضمون چونکہ اسی نقطۂ نظر سے اور ایک خاص طبقہ کو پیشِ نظر رکھکر انگریزی مین لکھا گیا تھا، اس لئے زبان اور طریقۂ تعبیر مین اس کے ذوق کا لحاظ رکھا گیا تھا، جس کی کچھ جھلک اس اردو مضمون مین بھی موجود ہے،

جزیرہ نمائے عرب اسلام سے پہلے کبھی ایک اقتدار کے تحت متحد نہین ہو سکا تھا، اور یہ ایک انوکھا اور عجیب وغریب واقعہ تھا کہ پورے ملک نے حضرت محمد صلعم کو متحدہ طور سے اپنا روحانی اور سیاسی سردار تسلیم کر لیا، جس ملک مین نراج کا دور دورہ ہو، وہان دس ہی

سال کی کوشش مین ایک مرکزیت اور نظام قائم کر دینا رسول کریم صلعم کا عظیم الشان کارنامہ تھا، آنحضرت صلعم اپنے آپ کو آسمانی وحی کا تابع قرار دیتے تھے، جو وقتاً فوقتاً آتی تھی، اور جس کا مجموعہ اب قرآن کے نام سے دنیا مین موجود و مشہور ہے، اگر کوئی شخص سیرۃ نبویہ کا قریب سے مطالعہ کرے، تو اسے ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ کے اس قول کی صحت کو باور کرنے مین ذرا بھی دشواری نہ ہوگی، کہ قرآن رسول کریم صلعم کی زندگی کا آئینہ ہے، (کَانَ خُلُقُہ القرآن) اسی لئے یہ معلوم کرنا کہ آنحضرت صلعم کی شریعت مین مملکت کا تصور کیا ہے، بڑی آسانی کے ساتھ قرآن کو دیکھنے سے ممکن ہے،

یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ قرآن مجید مین نہ صرف ازمنۂ سابقہ کے پیغمبرون کے حالات بیان ہوئے ہین، بلکہ ان کی سیرتون کو جو قرآن مین ہین اب بھی ماخذ تسلیم کیا گیا ہے، بجز اس کے کہ صراحت سے قرآن اُسے یا اس کے کسی جزء کو منسوخ قرار دے، دوسرے الفاظ مین انبیاءِ سابقہ کی سنت مسلمانون پر اب بھی واجب التعمیل ہے، بجز اس کے کہ اس کے کسی معین جزء کے نسخ کا کوئی حکم قرآن مجید مین یا رسول کریم صلعم کے افعال و اقوال مین صراحت سے ملتا ہو، ایک آیت ملاحظہ ہو :-

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ الخ یہی وہ لوگ ہین جنکو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی، اگر کوئی لوگ اس کو نہ مانین تو ہم یہ امانت ایسے لوگون کے سپرد کرین گے، جو اس سے انکار نہ کرین، یہی وہ لوگ[۱] ہین، جن کی خدا نے ہدایت کی ہے، اس لئے تو ان کی رہنمائی کی پیروی کر، (قرآن ۶/۸۹ تا ۹۰ نیز دیکھئے ۴۲/۱۳)

[۱] اس سے اوپر کی آیتون مین (۱۸) پیغمبرون کے نام لئے گئے ہین جن مین نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، ہارون، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام شامل ہین، اور انہی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے،

امام بخاری اور ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے، کہ جب کبھی کسی معاملہ مین براہ راست آسمانی وحی نہین آتی، تو رسول کریم صلعم بجائے عام عربی رواجات کے اہل کتاب کے طریقون کی پیروی فرمایا کرتے تھے،

یہ چیز سیاسی معاملات کی حد تک بھی اسی طرح صادق آسکتی ہے، جس حد تک معاشی و معاشرتی معاملات مین،

معاشرۂ انسانی کی تاریخ پر نظر ڈالین، تو معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کا قیام بڑے عرصہ کے بعد ہوسکا، قرآن مجید مین واقعات کی جو ترتیب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، جن کو خدا نے زمین پر نائب یا خلیفہ مقرر کیا، وہ نسل انسانی کے باپ تھے، اور بزرگ خاندان ہونے مین ان کا کوئی حریف نہین ہوسکتا تھا، ان کی وفات کے بعد کئی نسلون تک انکی اولاد مین مختلف قسم کے اختلافات اور برائیان کم یا زیادہ مقدار مین ساری رہین، اسی لئے قرآن مجید کے مطابق پیغمبر بھیجے گئے، جو خدا اور عام انسانون کے مابین واسطے کا کام دیتے تھے، اور انسانون کو یہ بتاتے تھے، کہ ان کے خالق کی مشیت اور اسکا حکم کیا ہے، اور نیکی کی ترغیب دیتے اور برائی سے روکتے تھے، ان پیغمبرون نے خلوص کے ساتھ جو بے غرضانہ نصیحتین کین، اور ان کی باتون کو کچھ لوگون نے مانا بھی تو اس جماعت کی حیثیت کسی مملکت کی قرار دینی مشکل ہے، بظاہر قدیم ترین زمانہ مین انبیاء علیہم السلام کی آمد کے باوجود سیاسی نظام اور اقتدار کی ضرورت نہیں پائی جاتی تھی، قرآن مجید مین بھی بارہا ذکر ہے، کہ ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو سرفرازی عطا ہوئی، مگر ایک مملکت کو دوسری مملکت کی جگہ قائم کرنے کا کوئی ذکر نہین ہے، قرآن مجید مین ان قومی وحدتون کے غیر سیاسی وجود کے باوجود ان لوگون کی معاشی اور سماجی سرگرمیون کو نظر انداز نہین کیا گیا ہے، لیکن ان چیزون کا ذکر صرف اس طور سے ہوا ہے، کہ لوگ ان کو خدا کی نعمتین سمجھکر

یاد رکھیں، اور خدا کی اطاعت کا فریضہ بجالائیں،

بادشاہی کے ذکر کا آغاز قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے ملنے لگتا ہے، جب کہ ایک شخص اپنے ملک کے تمام لوگوں کی جان و مال پر اپنا اقتدار چلاتا ہوا نظر آتا ہے (دیکھئے قرآن مجید ۲/۳۵ نمرود کا قصہ) حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے ادارۂ مملکت میں زیادہ استحکام و ترقی نظر آتی ہے، چنانچہ ان کے زمانہ کے حالات میں (دیکھئے قرآن مجید ۱۲/۵۴) بادشاہوں اور وزیروں اور سرکاری قیدخانوں کا بھی ذکر ملتا ہے، (سورۂ یوسف)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو حالات قرآن مجید میں ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ان مقدس رہنما کی تمنا اور کوشش یہ تھی، کہ ارض موعود میں ایک مملکت قائم کریں، مگر قوم نے نااہلی کے مظاہرے (عدم اطاعت احکام الٰہی) سے مایوسی کا سامان کر دیا، آخر ان کی قوم کو چالیس سال تک انتظار کرنے کی ضرورت پیش آئی، کہ ایک بالکل نئی نسل پیدا ہو، جس کی بچپن ہی سے ان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت ہو، اور پھر اس نئی نسل کی مدد سے وہ ارض موعود کو فتح کریں، گو اسی اثنا میں حضرت موسیٰؑ نے وفات پائی، اور ان کی چہل سالہ تربیتی اسکیم ان کے بعض فیض یافتوں نے تکمیل کی، حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جو فرعون مصر تھا، وہ قرآنی تذکرے کے مطابق ایک خاصا باقاعدہ حکمران تھا، جس کا ایک وزیر تھا، اور جس کے مشورے کے لئے معمرین اور اہل الرائے لوگوں کی ایک مجلس بھی پائی جاتی تھی، اس مجلس کے اجلاسوں کی جو روداد قرآن مجید میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ بے سوچے سمجھے اور عاجلانہ فیصلے نہیں کیا کرتی تھی، بلکہ اوس کے مشورے مناسب اور قابل عمل ہی ہوتے تھے، مثال کے طور پر حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ سے ان کی جدت طرازیوں کے باعث کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ جب فرعون نے یہ سوال پیش کیا، تو مجلس شوریٰ نے نرمی اور اعتدال کا مشورہ دیا تھا، اس زمانہ میں عوام الناس تک ایک حد تک سیاسی شعور

رکھتے نظر آتے ہیں، چنانچہ (قرآن مجید ۲۰/۱۹) جب ایک شخص نے حضرت موسیٰؑ کو ان کی سخت گیری کے باعث ملامت کرنی چاہی تو اوس نے یہ الفاظ کہے تھے، کہ

"ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض الخ تو تو زمین میں ایک جبار بنجانا چاہتا ہے، اور صلاح و فلاح کا کام کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتا"

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں مجلس دوگانہ یا مرکب بادشاہت کا بھی پتہ چلتا ہے[۵۱]

طالوت یعنی بادشاہ ساؤل کا قصہ قرآن مجید میں ایک خصوصی دلچسپی کا حامل ہے، بنی اسرائیل کو ان کے دشمن نے شکست دیکر ان کے گھروں سے جلاوطن کر دیا تھا، انتقام کی خواہش نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا، کہ اپنے پیغمبر سے یہ خواہش کریں کہ ان پر ایک بادشاہ نامزد کیا جائے جو ان کو ساتھ لیکر دشمنوں سے لڑسکے:

"اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللہ الخ یاد کرو جب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا کہ ہم پر ایک بادشاہ کو مامور کر تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑسکیں، اوس (نبی) نے کہا اگر تم لڑنا فرض ہونے کے بعد لڑنے سے انکار کر دو تو؟ انھوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں، جب کہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بچوں سے نکال باہر کر دیا گیا ہے! اس کے باوجود جب لڑنا ان پر فرض کیا گیا تو انھوں نے روگردانی کی، بجز چند لوگوں کے، اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے، ان کے پیغمبر نے ان سے کہا: دیکھو اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، انھوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ وہ ہمارا بادشاہ بنے؟ ہم اس سے زیادہ بادشاہت

---

[۵۱] قرآن مجید ۲۰/۳۲ چنانچہ خود حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی کے متعلق خدا سے دعا کی تھی کہ واشرکہ فی امری (اس کو میری کام میں شریک بنا)

کے مستحق ہیں، کیونکہ وہ مالدار نہیں ہو،"اس (نبی) نے کہا اللہ نے اسی کو تم پر فوقیت دی ہے
اور علم اور جسم میں اس کو وافر حصہ دیا ہے، اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے،
اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اور ہر چیز کو جانتا ہے۔"

(قرآن مجید ۲/۲۴۶ تا ۲۴۷)

علاوہ اور اہمیتوں کے اس اقتباس میں یہ بتایا گیا ہے، کہ مال و دولت یا حسب ونسب نہیں بلکہ علم وجسم یعنی سیاست[1] دانی اور بہادری بادشاہت کی اولین ضرورتیں ہیں، اس اقتباس سے یہ اہم چیز بھی معلوم ہوتی ہے، کہ اس زمانہ میں یہودیوں نے مذہب اور سیاست کو الگ چیزیں ہونا تسلیم کر لیا تھا، اور نبی کے علاوہ بادشاہ کی ضرورت سمجھی گئی تھی، بادشاہ فرائض نبوت بجا نہیں لا سکتا تھا، اور نہ نبی فرائض بادشاہت، البتہ یہ چیز قابل ذکر ہے، کہ طالوت یعنی بادشاہ ساؤل کے فوری جانشین حضرت داؤدؑ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ دونوں بادشاہت اور نبوت ہر دو حیثیتوں کے حامل بنے، ان کا کچھ تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

حضرت داؤدؑ کا قرآنی تذکرہ بیحد اہم ہے، کیونکہ اس میں فرائض بادشاہت کا (جن میں عدل گستری سب سے اہم ہے) ذکر کیا گیا ہے:۔

(۱) وقتل داؤد جالوت وآتاہ اللہ الملک والحکمۃ الخ اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا، پھر خدا نے اوس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی" (قرآن مجید ۲/۲۵)

(ب) وشددنا ملکہ وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب الخ، ہم نے اسکی حکومت کو مضبوط بنا دیا، اور اس کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی زبان عطا کی" (ایضاً ۳/۲)

(ج) یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق الخ "اے داؤد!

[1] معارف: قرآنی اصطلاح میں علم کا مفہوم معرفت حق ہے،

بیشک ہم نے تجھکو زمین پر ایک نائب مقرر کیا ہے، اس لئے لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کیا کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر ورنہ وہ تجھے خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گی، جو جو کوئی خدا کی راہ سے بھٹکے، تو اس کا انجام برا ہوتا ہے، کیونکہ وہ قیامت کے حساب وکتاب کو بھول جاتا ہے۔"

(قرآن مجید ۳۸/۲۶)

حضرت سلیمانؑ کے سلسلے میں یہ بیان کیا گیا ہے، کہ "اور سلیمان کو داؤد کا وارث بنا"[1] اگرچہ بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا، لیکن اس قرآنی تذکرے کا منشا یہ بالکل نہیں ہے، کہ بیٹا بطور حق کے بادشاہ بنا ہو، بلکہ یہ محض خدا کی عنایت تھی، کہ باپ کی جگہ بیٹے کو بھی حکومت ملی، اور اقتدار کا اصلی سرچشمہ خدا ہی کی مشیت ہے،

حکمرانی کے کل پرزوں کی حرکت کا سب سے دلچسپ منظر قرآن مجید میں ملکہ سبا کے تذکرہ میں ملتا ہے، چنانچہ:۔

"قالت یا ایہا الملؤا افتونی فی امری ما کنت قاطعۃ امرا حتی تشہدون الخ

"اُس (ملکہ) نے کہا اے سردارو مجھے میرے اس معاملہ میں مشورہ دو، میں تمھاری موجودگی کے بغیر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی، انھوں نے کہا ہم بڑے طاقتور اور بہادر لوگ ہیں، حکم دینا تیرا کام ہے، اس لئے تو سوچ کر فیصلہ کر، اُس (ملکہ) نے کہا جب کبھی بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں، تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں، اور وہاں کے معززین کو ذلیل بنا دیتے ہیں، اور وہ ایسا ہی کریں گے، البتہ میں اُن (حضرت سلیمان کے ملک والوں) کو ایک تحفہ بھیجوں گی، اور دیکھوں گی کہ سفیر کیا واپس لاتے ہیں، چنانچہ جب سفیر سلیمان کے پاس پہونچے، تو انھوں نے فرمایا کیا تم مجھے مال کے ذریعہ سے کچھ مدد دینی

[1] قرآن مجید ۲۷/۱۶

چاہتے ہو، جب کہ وہ چیز جو خدا نے مجھے دے رکھی ہے، وہ اس سے کہین بہتر ہے، جو
اس نے تمھین دی ہے، ہ تمھین تو اپنے تحفے ہی پر ناز ہے، ان کے پاس واپس جاؤ،
ہم بیشک ان کے پاس ایسی فوجین لیکر آئین گے، جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکین گے،
اور ہم ان کو وہان سے ذلیل کرکے نکال دین گے، اور وہ پست ہو جائین گے"

(قرآن مجید ۲۷/۳۲ تا ۳۷)

ہر زمانہ مین اس امر کی ضرورت تسلیم کیجاتی رہی ہے، کہ ملت کی رہنمائی کے لئے ایک قوانین کا مجموعہ بھی موجود ہو، قرآن مجید مین اکثر اس کا ذکر آیا ہے، کہ پیغمبرون کو کتابین یا صحیفے دیے گئے، کتاب کے لفظی معنی حکم دینے کے بھی آتے ہین، اور صحیفہ سے مراد دستور العمل ہوتا ہے، حضرت موسیٰؑ کے سلسلہ مین خاص طور سے اس کا ذکر ہوا ہے، کہ جونہی وہ فرعون کی سرزمین سے نکل کر باہر گئے، تو خدا نے حضرت موسیٰؑ کو احکام لکھی ہوئی تختیان (الواح) عطا کین، جن کی تعمیل بنی اسرائیل پر فرض قرار دیگئی،

ظالم بادشاہون کے ظالمانہ اور نامناسب افعال کی قرآن مجید مین بارہا برائی کی گئی ہے، (دیکھئے قرآن مجید ۱۸/۷۸، ۲۸/۴ وغیرہ) ایک چیز جو قرآنی تذکرون مین خاص طور سے قابل ذکر معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ مملکت سے زیادہ حکمران مملکت کو نمایان کیا گیا ہے، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مملکت کا ذکر محض ضمناً آیا ہے، اور سیاسی وحدت مین بادشاہ کا ذکر ہی سب سے نمایان ہے، کیونکہ قدیم زمانون مین یہی صورت حال تھی،

اسلامی مملکت اب تک ہم نے اپنی تحقیقات کو زمانۂ قدیم کی مملکت تک محدود رکھا تھا، اس کے معنی یہ نہین، کہ آنحضرت صلعم نے جو اسلامی مملکت قائم کی تھی، اس کے لئے کوئی خصوصی احکام قرآن مجید مین نہین دیئے گئے، ہمارے تذکرہ کا منشا یہ تھا کہ چونکہ انبیاء سلف کی سنت بھی مسلمانون کے لئے

واجب التعمیل قرار دی گئی ہے، اس لئے ان کے زمانہ کے احکام کا تذکرہ نہ صرف اسلامی مملکتی تصور کے لئے ایک پس منظر کا کام دیتا ہے، بلکہ واقعۃً وہ اسلامی قانون سیاسی و انتظامی کا جز بنجاتے ہین، وہ احکام جو قرآن مجید مین نبی کریم صلعم کو خاص طور پر دیئے گئے ہین، ان کا موضوع وار تذکرہ کیا جاتا ہے،

سب سے پہلی چیز یہ کہ اقتدار اعلیٰ کے ربانی ماخذ کو کہین بھی نظر انداز نہین کیا گیا ہے، اور رعیت کے حساب و کتاب پر بار بار زور دیا گیا ہے تاکہ بادشاہ مین کسی دنیاوی ذمہ داری کے نہ ہونے کے باعث استبداد نہ پیدا ہو جائے، اگرچہ قرآن مجید مین علاقے یا زمین کا ذکر بعض وقت حکمرانی کے ساتھ آیا ہے لیکن وہ بڑی حد تک ضمنی ہے، بنیادی نہین، مثلاً:

(۱) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ الخ

کہہ اے خدا ملک کے مالک! تو ہی جس کو چاہتا ہے، ملک دیتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے ملک واپس لے لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے تو عزت دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے تو ہی ذلیل کرتا ہے، بھلائی تیرے ہی ہاتھ مین ہے، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے،

(قرآن مجید ۳/۲۶)

(ب) هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ الخ "وہی ہے جس نے تم کو زمین مین نائب مقرر کیا، اور تم مین سے چند کو دوسرون پر درجے مین فوقیت دی تاکہ تمھین اس چیز کے ذریعہ سے آزمائے، جو اس نے تمھین دی ہے،

(ایضاً ۶/۱۶۵)

(ج) وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ الآیۃ

ہم نے تم کو زمین مین اقتدار عطا کیا اور تمھارے لئے وہان روزی مہیا کی (ایضاً ۷/۱۰)

جامعۂ روما کے پروفیسر نالینو کو یہ تسلیم کرنے مین کوئی ہچکچاہٹ نہین معلوم ہوتی کہ اسلامی حکمران کی تخت نشینی کے وقت جو بیعت لیجاتی ہے، وہ ایک طرح سے معاہدۂ معاشری کہلا سکتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"کسی شخص کو خلافت کا رتبہ عطا کرنا فقہا کے نزدیک ایک معاہدہ ہوتا ہے، جس کا ایک فریق وہ شخص ہوتا ہے، جو اس عہدے کو قبول کرے، اور دوسرا فریق جماعتِ اسلامی ہوتی ہے، یہ معاہدہ اس وقت تک مکمل نہین ہوتا، جب تک کہ بیعت یعنی اظہار وفاداری امت کے اصحاب حل وعقد کی طرف سے نہ عمل مین آجائے"[1]۔

لفظ بیعت کے معنی خود ایک معاہدہ کے ہوتے ہیں، اور اصطلاحًا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وفاداری اور اطاعت کی ایک طرف سے پیشکش کی جائے اور دوسرے فریق کی طرف سے اُسے قبول کیا جائے، (دیکھئے قرآن مجید $\frac{۴۸}{۱۰}$، $\frac{۶۰}{۱۲}$) دوسرے الفاظ مین حکمران کا اقتدار چاہے مشیتِ عامہ سے پیدا نہ ہوتا ہو، لیکن اسی پر مبنی ہوتا اور اسی کا محتاج ضرور رہتا ہے،

اگرچہ رسولِ کریم صلعم کے متعلق مسلمانون مین یہ چیز جزءِ عقیدہ ہے، کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہین، اور اگرچہ خلفا پیغمبرون کے سیاسی جانشین سمجھے گئے، لیکن معصومیت کا یہ اعزاز ان کے لئے کبھی تسلیم نہین کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ بعض دیگر قومون مین "بادشاہ کوئی غلطی نہین کر سکتا" کا جو سیاسی نظریہ یا کلیہ پایا جاتا ہے، وہ مسلمانون مین کبھی جگہ نہ پاسکا، اس کے برخلاف مسلمانون کو اسی پر ناز ہے، کہ نہ صرف عام حکمران بلکہ خود پیغمبر صلعم بھی حقوق العباد کے معاملے میں انہی عام قوانین کے پابند ہین جن کے عام مسلمان، اور یہ کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی کبھی خود اپنی ذات کے خلاف مقدمات سنے، اور منصفانہ

---

[1] فرانسیسی رسالہ موسومہ خلافت کی عام نوعیت، اور سلاطین عثمانیہ کے دعوائے خلافت پر تبصرہ" مطبوعہ روما ص ۱۱،

فیصلہ کیا،[1] پیغمبرون کی معصومیت کا منشا، اسلامی علم کلام مین صرف یہ لیا جاتا ہے کہ وحی کی تبلیغ اور خدا کے احکام پہنچانے مین ان سے کوئی غلطی یا سہو سرزد نہین ہو سکتا، اس کے علاوہ دیگر معاملات مین پیغمبر کی حیثیت بھی ایک انسان ہی کی ہوتی ہے، اور احادیث مین متعدد مرتبہ بیان ہوا ہے، کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ "دنیاوی معاملات مین مین بھی تمھاری ہی طرح ایک انسان ہون، اسی حیثیت سے رسولِ کریم صلعم جماعتِ اسلامی کے ایک فرد تھے، اور ان قوانین کے جن کو آپ نافذ کرتے تھے، خود بھی پوری طرح پابند تھے،

غرض جملہ مخلوقات کی طرح کرۂ ارض اور انسانی بستی کا بھی اصل مالک اور بادشاہ خدا ہی کی ذات ہے، اور وہی صلاحیتون کو دیکھکر کسی انسان کو اپنی نیابت سے سرفراز کرتا ہے، اور پھر دیکھتا ہے، کہ وہ عمل کیسا کرتا ہے، (اِنَّ الارض یرثھا عبادیَ الصالحون۔ اِنّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ۔ لِنَنظرَ کیفَ تعملون۔ اِنّ الارض لِلّٰہِ یُورِثُھا مَن یشاءُ مِن عبادِہٖ وغیرہ) خدا کا خلیفہ برحق تو نبی ہوتا ہے جس کا براہ راست وحی سے تقرر ہوتا ہے، اور وحی ہی سے اسکی رہنمائی ہوتی ہے، اس کے باوجود بھی سرورِ کائنات صلعم اپنی اطاعت اور پیروی کی بیعت لیتے رہے، نبی کے دنیا کر پردہ فرمانے پر احکام شریعت سے ناواقفون کو واقف کرانے کی حد تک حدیث شریف مین ہے کہ العُلَماءُ وَرَثۃُ الانبیاء[2] لیکن سلطنت رانی اور سیاست مدن کے لئے ماوردی، ابن خلدون وغیرہ کے الفاظ مین "اصحاب حل وعقد" کسی کا انتخاب کرتے ہین، اور یہ انتخاب مصداق حدیث شریف یَدُ اللّٰہِ عَلَی الجماعۃِ منشار ربانی کا اظہار اور باعث خیر وبرکت ہوتا ہے، اور یہی اصحاب حل وعقد، انتخاب اور بیعت کے بعد بھی حکمران کی حکمرانی مین مرجع کا کام دیتے ہین، اور ضرورت ہو

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ص ۴۴۴، کامل ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۴۱ نیز سیرۃ شامی مین آٹھ دس ایسے واقعے درج ہین [2] معارف: سنداً یہ حدیث ثابت نہین،

تو اُسے معزول بھی کرسکتے ہیں،[1] حکمران کے حق اجتہاد کے حدود، مصالح ملکی اور نظم و نسق میں شوریٰ کا موقف، اصحاب حل و عقد کی دستوری حیثیت، وغیرہ پر تفصیل سے بحث یہاں ممکن نہ ہوگی البتہ اس سوال کا جواب شاید ضروری ہے، کہ اصل دنیاوی اقتدار کے استعمال کا حق کس کو حاصل ہوتا ہے، اس کا جواب حضرت امام اعظمؒ کے الفاظ میں:-

ان نواحی دار الاسلام تحت	اسلامی سرزمین کے جملہ حصے اسلامی
ید امام المسلمین وید له ید	بادشاہ کے اقتدار میں ہوتے ہیں، اور
جماعة المسلمین،	اس کا اقتدار مسلمانوں کی جماعت ہی
(مبسوط سرخسی ج ۱۰ ص ۹۳)	کا اقتدار ہوتا ہے،

امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد شیبانی نے مزید وضاحت سے کہا ہے، کہ کسی ملک کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا امتیاز یہ ہے کہ وہاں غلبہ اور محافظ قوت کس قوم کو حاصل ہے، تعداد سے بحث نہیں "لیس الدار انما تنسب الی اهلها لثبوت ید هم القاهرة علیها وقیامهم ولایتهم الحافظة فیها (محیط رضی الدین سرخسی مخطوطہ استانبول، ورق نمبر ۵۰ ب) اور حنفی علما متفق ہیں، کہ اسلامی مملکت کا انتظام امام پوری امت مسلمہ کے نائب کے طور پر کرتا ہے، چنانچہ شارح شیبانیؒ کے الفاظ میں "الامام بمنزلة جماعة من المسلمین فی استیفاء هذا الحق" (مبسوط سرخسی ج ۹ ص ۲۰۴) یعنی اس حق کے نفاذ میں امام کی حیثیت امت مسلمہ کے قائم مقام کی ہوتی ہے،

بہرحال یہ اسلامی تصور اقتدار اعلیٰ ہے، کہ مقتدر اعلیٰ خداوند خلاق کی ذات کبریائی ہے اور حکمرانی شریعت کو حاصل ہوتی ہے، اور خلیفة الله فی الارض "یا شریعت کے نفاذ کے افسر کا انتخاب

[1] بدائع الصنائع للکاسانی ج ۷، ص ۱۶.

بھی خدا ہی کرتا ہے، اور اس بارے میں خدا کی مشیت کا اظہار "ید الله علی الجماعة" اور "لا تجتمع امتی علی الضلالة" وغیرہ احادیث شریفہ کے بمصداق اور عہد خلافت راشدہ کے نظائر کے مطابق اصحاب حل و عقد کی بیعت کے ذریعہ سے ہوتا ہے،

دین و دنیا کا ملاپ

قدیم زمانوں میں جب انسانی تمدن نے زیادہ ترقی نہ کی تھی، اور تقسیم کار کی اتنی زیادہ ضرورت پیش نہ آئی تھی، کسی ملک میں مرکزی حکومت کے اختیارات یا تو عدل گستری کے متعلق ہوتے تھے، (جس میں دشمن سے جنگ بھی شامل ہے، اور فقہ کی کتابوں میں باب الجہاد کا ذکر "حدود" یعنی سزاؤں کے سلسلہ ہی میں ملتا ہے) یا تو لی معبود کی پرستش و عبادت کے متعلق دیگر سلطنتی نظم و نسق کے مسائل اٹھتے ہی نہ تھے، بلکہ وہ عوام کے انفرادی معاملات سمجھے جاتے تھے، اور عبادت ہی نہیں عدل گستری اور جنگ بھی مذہبی مراسم کی تابع تھی، تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ کشوری اور مذہبی فرائض میں دوری پیدا ہوتی جاتی تھی، چنانچہ رومیوں نے قیس (Jus یا دنیاوی قانون) کو ہمہ گیر فاس (Fas یا مذہبی قانون) سے ایک الگ چیز کے طور پر ایجاد کیا، یہودیوں نے "قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملكا نقاتل فی سبیل الله" (قرآن ۲/۲۴۶) اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر جس کے ساتھ ہم خدا کی راہ میں جنگ کرسکیں، اور نبوت و بادشاہت یا مذہب و سیاست کو جدا کردیا، حضرت عیسیٰؑ کی طرف بھی یہ قول انجیل میں منسوب ملتا ہے، کہ قیصر کی چیزیں قیصر کو دیدو، اور کلیسا کی کلیسا کو" بدھ متیوں اور ہندوؤں کے ہاں بھی ترک دنیا ہی انسانیت کا کمال قرار پایا،

غرض قدیم اہل مذہب نے دنیائے ناپائدار کو دل لگانے کے قابل چیز نہ سمجھا، لیکن اس میں دو دنیاوی مسائل نظر انداز ہوکر خامی پیدا ہوگئی، ایک تو گنتی کے چند فرشتہ صفت انسانوں کے سوا باقی جو لاکھوں کروڑوں عامة الناس تھے، ان کے معاملات مادیت پسندانہ ہوگئے، اور دوسرے

سیاست کی اخلاقی بنیاد نہ رہی، اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ سابقہ تمام مذاہب الکائیون یا دہائیون مین ختم ہوجانے والے فرشتہ صفت انسانون کے لئے ہوتے تھے، اور اسلام ناز کرسکتا ہے، کہ وہ امیون اور اوسط درجہ کے انسانون کے لئے ایک قابل عمل دستور لایا، یہ ظاہر ہے، کہ دنیا مین ایسون ہی کی بہت بڑی اکثریت ہوتی ہے، انسان نما فرشتے اور انسان نما شیطان دونون کی تعداد ہمیشہ بہت محدود ہی ہوتی ہے۔

مذہب اور سیاست دو بالکل الگ چیزین ہین، مذہب خدا اور بندے کے تعلقات کا نام ہے اور سیاست بندے اور بندے کے معاملات کا، ان دونوں کو ایک کہنے والا گویا ہاتھ اور پاؤن کو ایک کہتا ہے، لیکن جس طرح ایک زندہ اور تندرست انسان مین ہاتھ اور پاؤن دونون ہی ایک مشترکہ اور مرکزی قوت مثلاً عقل یا ارادے کے تابع ہوتے ہین، بالکل اسی طرح دین اسلام نے مذہب اور سیاست کو ایک مشترکہ دستور العمل کے تابع کردیا، جو قرآن یا ربانی کلام تھا، اور دونون ہی کی ہدایتون کے لئے احکام کا ماخذ ایک ہی قرار دیکر سیاست مین اخلاقی اساس اور اخلاق مین حقیقت پسندی باقی رکھی، کوئی شخص ہاتھون کے بل تھوڑی دور ضرور چل سکتا ہے، اور پاؤن سے برا بھلا کچھ لکھ بھی ضرور سکتا ہے، اسی طرح عبادت کو سیاست اور سیاست کو عبادت بنا کر انسان چند روز گذار ضرور سکتا ہے لیکن یہ غیر فطری عمل نہ تو سہولت بخش ہوگا اور نہ مفید،

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ایک بزرگ سیرت نگار نبوت کے الفاظ مین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا مین دین اور دنیا دونون کی برکتین لیکر آئے، آپ نے صرف آسمانی بادشاہت کی خوشخبری نہیں سنائی، بلکہ آسمانی بادشاہی کے ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دی تاکہ دنیا مین خدا کی بندگی بے خوف خطر کیجا سکے، اور خدا کی بادشاہی دنیا مین قائم ہو"۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ الخ

"خدا نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے، یہ وعدہ کیا، کہ وہ ان کو زمین مین حاکم بنائیگا، (جیسا کہ ان کو حاکم بنایا تھا، جو ان سے پہلے تھے) اور اُن کے لئے ان کے اس دین کو جو اُس تعالیٰ نے اُن کے واسطے پسند کیا ہے، جما دیگا"۔ (قرآن ۲۴/۵۵)

قرآن نے مطمح اور سب سے اچھی دعا انسانون کے لئے یہ بتائی ہو:۔

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ "اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھلائی دے، اور آخرت مین بھلائی دے، اور ہم کو آگ کے عذاب سے (دوزخ) سے بچا،" (قرآن ۲/۲۰۱)

اور ایک جگہ فرمایا:۔

"لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَ لَدَارُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ ؕ وَ لَنِعۡمَ دَارُ الۡمُتَّقِیۡنَ اور جنھون نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا مین بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے، اور پرہیزگارون کا گھر کیسا اچھا ہے! (قرآن ۱۶/۳۰)

.... جن لوگون نے خدا کی راہ مین اپنی جانون کی بازی لگائی ان کو بشارت ہے:۔

فَاٰتٰىہُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا وَ حُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ تو اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب اور آخرت کا بھلا ثواب عنایت کیا، اور اللہ نیکی کرنیوالون کو چاہتا ہے، (قرآن ۳/۱۴۸)

دنیا کا ثواب فتح و نصرت، ناموری و عزت، مال و دولت اور حکومت و سلطنت ہے، جنھون نے خدا کی راہ مین اپنا گھر بار چھوڑا، اور خوشی خوشی ہر طرح کی تکلیف جھیلی، ان کو دونون جہان کی نعمتین بخشین:۔

وَالَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا الخ اور جنھون نے ہمارے لئے استاے

جانے کے بعد گھر چھوڑا، ہم ان کو دنیا مین اچھا ٹھکانا دین گے، اور بیشک آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے، (قرآن ۱۶/۴۱)

.....(اور اولیاء و اتقیاء یعنی فرشتہ صفت مسلمانون کو ترکِ دنیا کی ہدایت نہ کی، بلکہ دنیا داری اور دین داری دونون کے ملاپ کا حکم دیا):-

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ الخ وہ ایسے لوگ ہین، کہ اگر ہم ان کو زمین مین جما دین تو وہ نماز کھڑی کرین، اور زکوٰۃ دین، اور اچھے کامون کو کہیں اور بُرے کامون سے روکین، اور ہر کام کا انجام خدا کے ہاتھ مین ہے،

(قرآن ۲۲/۴۱)

.....ان آیتون سے یہ اشارہ بھی نکلا، کہ مسلمانون کے ہاتھون مین خدا کے قانون کے اجراء کی طاقت ہونی چاہئے، اور یہ اشارہ بھی کہ دین و دنیا کا امتزاج یا ملاپ ہی انسان کو انسان بناتا ہے، اور "احسن تقویم" کا مظاہرہ ہوسکتا ہے، ورنہ وہ یا تو فرشتہ ہوجائے گا، یا شیطان اور ان دونون اصناف سے جدا ایک خاص مخلوق یعنی انسان کی تخلیق کا مقصد فوت ہوجائیگا،

ایسی آیتین قرآن مجید مین بکثرت ملتی ہین جن میں یہ بتایا گیا ہے، کہ خدا نے اپنی ہر مخلوق انسان کی خدمت یا استفادے کے لئے پیدا کی ہے، اور انسان اپنی خالق کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، مگر اس کی تفصیل یہان طولِ بحث سمجھی جائیگی،

بیعت حکمران کی اطاعت کو جیسی کچھ اہمیت حاصل ہے، ظاہر ہے، قرآن مجید مین بھی اس پر کچھ کم زور نہین دیا گیا ہے، مثلاً:-

(ا) یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، اور ان لوگون کی جو تم مین سے افسرانِ حکومت ہون،

اگر تم مین کسی معاملہ مین آپس مین جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور رسول سے رجوع کرو، اگر تمھین خدا اور یومِ آخرت پر سچا ایمان ہو، یہی بہتر اور مآل کار اچھا طریقہ ہے، (قرآن مجید ۴/۵۹)

(ب) اذا جاءھم امر من الامن والخوف اذاعوا بہ الخ اگر امن یا خوف کی ان کو کوئی خبر ملتی ہے، تو اسے مشہور کر دیتے ہین، بہتر ہوتا کہ وہ اسکی اطلاع رسول کو اور اپنے افسرون کو دیتے تو سمجھدار لوگ اوس کو سمجھ جاتے، (قرآن مجید ۴/۸۳)

یہ تو افسرون کی اطاعت کا ذکر تھا، جنابِ رسالتمآب صلعم کی شخصی اطاعت پر تو اس سے بھی زیادہ مواقع پر زور دیا گیا ہے، کہین صرف حکم ہے، تو کہین اوس کے فوائد بتا کر ترغیب دی گئی ہے، رسول کی اطاعت اور پیروی کے ان احکام کا یہ ناگزیر نتیجہ تھا، کہ بعد کے زمانہ مین آپکے ہر قول اور فعل کا تذکرہ محفوظ کرنے کی آتنی عظیم الشان کوششین اہلِ علم کی جانب سے عمل مین لائی گئین ایسی بعض آیات حسب ذیل ہین:-

(ا) ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا. . . . . ، جو کچھ رسول تمھیں دے اُسے لے لو، اور جس سے منع کرے اوس سے رُک جاؤ، (قرآن مجید ۵۹/۷)

(ب) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ بیشک اللہ کے رسول مین تمھارے لئے ایک اُسوۂ حسنہ پایا جاتا ہے، (ایضاً ۳۳/۲۱)

(ج) یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون الخ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور جب وہ کچھ کہے تو سنکر روگردانی نہ کرو.................اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس مین جھگڑو نہین تاکہ تم کمزور نہ پڑ جاؤ، اور تمھاری ہوا نہ

اکھڑ جائے [۱]، اس کے برخلاف صبر سے کام لو، اللہ صبر سے کام لینے والوں کیساتھ ہوتا ہے

(قرآن مجید ۲۰ و ۴۶ $\frac{۸}{}$)

(د) وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ، وہ (یعنی رسول خدا) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، بلکہ وہ وحی ہی ہوتی ہے، (قرآن مجید $\frac{۵۳}{۳}$)

آرنلڈ نے اپنی کتاب خلافت میں بالکل ٹھیک رائے ظاہر کی ہے، کہ اس طرح رعیت کے فریضۂ اطاعت پر زور دیا گیا، مگر اس کے ساتھ ہی حکمران کے لازمی فرائض کا اتنا ذکر نہیں ہوا، اس سے اسلامی حکمران جابر اور استبداد پسند نہیں بن گیا، کیونکہ حشر و نشر اور حساب و کتاب کا عقیدہ نیز حکمران کا بھی قانون اسلامی کے ماتحت ہونا اس پر گرفت رکھنے کیلئے کافی ثابت ہوئے، اس کے یہ معنی نہیں، کہ حکمران کے فرائض پر قرآن مجید نے زور نہ دیا ہو،

(۲) فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ الخ (اس کیلئے بلا اور (اے محمد) استقامت سے رہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر، بلکہ کہہ: میں ایمان لاتا ہوں ہر اُس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے، کہ تم میں انصاف کرتا رہوں، اللہ ہمارا اور تمھارا آقا ہے، ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمھارے کام، ہم میں اور تم میں کوئی حجت نہیں، اللہ ہمیں یکجا کرے گا، اور ہمیں اسی کی طرف جانا ہے، (قرآن مجید $\frac{۴۲}{۱۵}$)

(ب) فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ تب ہم یقیناً ان لوگوں سے دریافت کریں گے، جن کے پاس ہمارا پیغمبر بھیجا گیا تھا، اور ہم پیغمبروں

---

[۱] ایک بحری محاورہ ہے، بادبانوں سے ہوا نکل جائے تو ملاح بے بس ہو جاتا ہے، اس محاورے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قدیم عربوں کو سمندر سے کتنا لگاؤ تھا،

سے بھی پوچھیں گے، (قرآن مجید $\frac{۷}{۶}$)

متعدد آیتوں میں اس پر زور دیا گیا ہے، کہ اجتماعی اور حکومتی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دینی چاہئے، مثلاً قرآن مجید ($\frac{۸}{۲۷}$ تا ۲۸ و $\frac{۵}{۲۴}$)

يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ الخ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو، اور نہ جان بوجھ کر اپنی باہمی امانتوں میں خیانت کرو،

وَاعْلَمُوا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ الخ اور یہ جان لو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش ہے، اور خدا ہی کے پاس اجر عظیم پایا جاتا ہے،

مذکورۂ بالا آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے، کہ ذاتی مفاد کے لئے یا بیوی بچوں کی خاطر بھی ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے، جو نامناسب ہو، اور عالم آخرت کے حساب و کتاب کیلئے ہمیں اپنے ہر فعل میں اس کا لحاظ رکھنا چاہئے،

ضمناً اس چیز کی طرف بھی اشارہ کیا جا سکتا ہے، کہ حُبِ ملی اسلام میں ایک نیم مذہبی نیم سیاسی وحدت کے تصور پر مبنی ہے، جغرافی یا لسانی یا نسلی وحدت سے اُسے کوئی سروکار نہیں، چنانچہ:-

(۱) يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا الخ (اے انسانو ہم نے تم کو مرد اور عورتیں بنایا، اور تمھیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا، تاکہ تم پہچانے جا سکو، لیکن اصل میں تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ خدا کے پاس وہی ہوتا ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو، علم اور خبر خدا ہی کو حاصل ہوتی ہے، (قرآن مجید $\frac{۴۹}{۱۳}$)

(ب) كُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ ایمان والے سب آپس میں بھائی ہیں (ایضاً $\frac{۴۹}{۱۰}$)

(ج) واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم الخ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ نہ کرو، اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے، اور (ایمان لانے کے باعث) اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور اس کی عنایت سے تم بھائی بھائی بن گئے، تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اور اسی نے تم کو بچایا، اس طرح اللہ اپنی آیتیں تم کو بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاسکو، اور تم میں سے ایک ایسی قوم پیدا ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھی بات کا حکم دے، اور بری بات سے روکے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہونگے۔ (ایضاً ۳/۱۰۲)

یہ بیان کرنے کی شاید ہی کچھ ضرورت ہو کہ ایمان اور عمل صالح کی فوقیت کے سوا اسلام حسب و نسب کی کسی برتری کو قطعاً تسلیم نہیں کرتا، انبیاء کی اولاد تک عمل غیر صالح[۱] کے باعث عذاب میں گرفتار ہوئی،

عدل گستری یہ حکمران کا اولین فریضہ ہے کہ اسے ناطرفدار ہونا چاہئے، اور انصاف کے ساتھ حسب موقع و ضرورت رحم بھی کرنا چاہئے، (دیکھیے قرآن مجید ۱۶/۹۰، ۴/۵۸ و ۱۳۵، ۵/۸، ۱۶/۹۰)

غیر مسلم ذمی رعایا کو عدالتی خود مختاری دینے کا قرآن مجید میں حکم ہے، جہاں ان کے ساتھ ان کے شخصی قوانین کے مطابق فیصلے انجام پائیں گے، اگر غیر مسلم رعایا اسلامی عدالت میں اپنی مرضی سے مقدمہ یا مرافعہ پیش کرے، تو اس کے ساتھ بھی انصاف کیا جانا چاہئے (دیکھیے قرآن مجید ۵/۴۴ تا ۵۰) اس بارے میں مزید تفصیل ایک علحدہ مضمون کی متقاضی ہے[۲] البتہ اتنا اور اشا

---

[۱] قرآن مجید ۱۱/۴۶ [۲] "عدل گستری ابتدائے اسلام میں" کے عنوان سے ایک مضمون مجلہ عثمانیہ حیدر آباد مارچ ۱۹۳۸ء میں چھپا ہے جس کے حوالے فرانسیسی مولفین سے بھی دئے ہیں

کیا جا سکتا ہے کہ قیامت کی جزائے اعمال، حساب کتاب، چشم دید گواہ، تحریری شہادت، کراماً کاتبین کی ڈائری وغیرہ کی جو تفصیل قرآن میں آئی ہے، وہ عہد نبوی کے مروجہ امور ہونگے جن کے ذریعہ سے عالم آخرت کا خاکہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے،

شورائیت قرآن مجید میں حکم ہے کہ حکمران اپنے فیصلے مشورہ لیکر کیا کرے، چنانچہ:-

(۱) وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ الخ اور ان سے معاملات میں مشورہ کر پھر جب تو عزم کرلے تو خدا پر توکل کر، بیشک خدا توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے؛ (قرآن مجید ۳/۱۵۹)

(ب) فما اوتیتم من شیء فمتاع الحیاۃ الدنیا وما عند اللہ خیر وابقی الخ جو کچھ تمھیں دیا گیا وہ دنیاوی زندگی کا ایک حق تمتع ہے، اور بس، ورنہ خدا کے پاس جو چیز ہے، وہ بہتر اور زیادہ پائدار ہے، یہ ان لوگوں کو ملے گی، جو اپنے رب پر ایمان لائے اور اس پر توکل کرتے ہیں، اور جن کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں، اور جو اس چیز کو خرچ (خیرات) کرتے ہیں، جو ہم نے ان کو عطا کی، (ایضاً ۴۲/۳۶ تا ۳۸)

(ج) طاعة وقول معروف فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ لکان خیرا لھم (مشیروں وغیرہ کے لئے فیصلے کے بعد اطاعت اور فیصلے کے وقت قول معروف ہونا چاہئے اور پھر جب کسی کام کا عزم کر لیا جائے، تو اگر وہ لوگ خدا سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کریں تو انہی کے لئے اچھا ہے، (ایضاً ۴۷/۲۱)

غرض اگر مشورہ لینے کی ایک طرف پابندی عائد کی گئی ہے، تو دوسری طرف مشورہ کے بعد جو بھی چیز قرار پا جائے اسکی تعمیل کرنا بلا لحاظ اس کے کہ وہ اپنی رائے اور مشورے کے مطابق تھی

یا مخالف ضروری قرار دیا گیا ہے، ساتھ ہی اس کا بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ آخری ذمہ داری چونکہ حکمران پر ہوتی ہے، اس لئے اس کو مشورے کے متعلق حق تنسیخ دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید ۱۱۱/۹۶ مین بیان کیا گیا ہے،

قانون سازی قرآن مجید نے نبی کریم صلعم کے ہر قول و فعل کو اسوۂ حسنہ اور قانون کی حیثیت دی ہے، (دیکھئے قرآن مجید ۳ تا ۴/۵۲ و ۴/۵۹ وغیرہ) اس حکم کے باعث اسلامی فقہا یا قانون سازون کا کام آسان تر ہوگیا، کیونکہ ایک طرف تو جن چیزون کا ذکر قرآن مجید مین نہ تھا، ان کے لئے حدیث نبوی مین کافی مواد مل گیا، اور دوسری طرف یہ بھی دیکھا گیا، کہ خود رسول کریم صلعم نے نہ صرف یہ کہ قیاس اور استنباط سے کام لیا، بلکہ اسکی صراحت کے ساتھ اجازت بھی دی تھی، جیسا کہ معاذ بن جبل رضؓ گورنر یمن کے تقررنامے وغیرہ میں مذکور ہے، اگرچہ قرآن اور حدیث کی قیاس کے ذریعہ سے تنسیخ نہین ہوسکتی، لیکن قیاس اور تعبیر کی اجازت سے علماء و فقہاء کو انفرادی رائے سے کام لینے کی خاصی گنجایش مل گئی، حتیٰ کہ یہان تک تسلیم کیا گیا، کہ مجتہد سے غلطی ہونے کے امکان کے باوجود اسکو اس کام سے نہیں روکا جاسکتا، چنانچہ ایک حدیث مین مذکور ہے، کہ "اجتہاد کرنے والا خطا بھی کرسکتا ہے، صواب کو بھی پہنچ سکتا ہے، اور صحیح فیصلہ کی صورت مین اسے دو ثواب ملین گے اور خطا کی صورت مین ایک ثواب" اس طرح اس کا بھی موقع نکل آیا، کہ ایک مجتہد کے بعد دوسرا مجتہد بھی اجتہاد کرے، اور کسی بہتر نتیجہ پر پہنچنے کے باعث سابقہ مجتہد کا فیصلہ منسوخ قرار پائے، اور خود اجماع کے متعلق بھی فقہاء نے ایسی ہی سہولت تسلیم کی ہے، جب تک ان اجازتون سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا، اسلامی قانون میں زمانہ کا ساتھ دینے کی گنجایش رہی، اور وہ ترقی کرتا رہا، اور جب سے قدیم فقہاء کے فیصلوں کے خلاف اجتہاد کا دروازہ چند لوگون نے بند کر دیا، تو اس سے قانون اسلامی کو بیحد نقصان پہنچا، لیکن یہ مسئلہ یہان دائرۂ بحث سے خارج ہے،

جہان بانی کے قواعد قرآن مجید مین اندرونی اور بیرونی سیاست کے قواعد خاصی تفصیل سے ملتے ہین جن سے حالتِ امن و صلح و غیر جانبداری مین حکمران کی رہنمائی مقصود تھی، رسول کریم صلعم نے خود ایک مملکت قائم کی، اور اس ملک مین جہان ہمیشہ سے تراج سا چلا آرہا تھا، ایک مرکزیت اور ایک مملکت قائم کی، اور عربون کو خانہ جنگیون کے ذریعہ اپنی توانائیون کو ضائع کرنے سے روک کر انھیں اپنے زمانہ مین دنیا کی سب سے بڑی فاتح اور نوآبادکار قوم بنا دیا، اور ان کے ذہنون سے احساسِ کمتری کو کلی طور پر دور کرکے ان مین وہ صحت و جذبہ بھر دیا، جسے احساس برتری یا احساسِ خودشناسی کہا جاسکتا ہے، اور جو کسی ترقی پذیر قوم کے لئے اس قدر ضروری ہوتا ہے، چنانچہ:-

(ا) کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنہَونَ عَنِ المُنکَر، تم وہ بہترین قوم ہو، جو انسانون کے لئے پیدا کی گئی، تم اچھی بات کا حکم دیتے ہو، اور بُری بات سے روکتے ہو، (قرآن مجید ۳/۱۱۰ نیز ۳/۱۰۴ و ۳/۸۵)

(ب) اُذِنَ لِلَّذِینَ یُقَاتَلُونَ بِاَنَّھُم ظُلِمُوا الخ ان لوگون کو جن سے لڑا جارہا تھا (برابر کا جواب دینے کی) اجازت دیدی گئی، کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا تھا...... یہ وہ لوگ ہین کہ اگر ہم ان کو زمین مین اقتدار عطا کرین، تو وہ خدا کی عبادت کو قائم کردین، اور زکوٰۃ دین، اچھی بات کا حکم دین، اور بُری بات سے روک دین،

(ایضاً ۲۲/۳۹ تا ۴۱)

(ج) قَاتِلُوھُم حَتّٰی لَا تَکُونَ فِتنَۃٌ وَّیَکُونَ الدِّینُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ، ان سے اس وقت تک لڑتے رہو، تاآنکہ فتنہ باقی نہ رہے، اور خدا ہی کا دین چھا جائے،

(ایضاً ۸/۳۹)

(د) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا الخ اے محمد ہم نے تجھے صرف اس لئے بھیجا ہے، کہ تمام لوگون کے لئے بشیر و نذیر بنے، گو اکثر لوگ اسے نہین جانتے، (قرآن مجید $\frac{۳۴}{۲۸}$)

غالباً یہی وہ ایقان یا احساسِ فرض تھا، جس نے انھیں دنیا مین حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کے لئے اپنی ہر چیز کو قربان کر دینے کے لئے آمادہ کر دیا، جہاد کا جو حکم مذکورۂ بالا اور دیگر آیاتِ قرآنی مین ملتا ہے، اس کا منشا، یہ بالکل نہ تھا، کہ دوسرون کی جائداد لوٹی جائے، بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا، کہ وہ ایک مقدس ترین اور بڑا ایثار طلب فریضہ تھا، کہ اپنی جان جوکھون مین ڈالکر دوسرون کی رہنمائی کرین، اور ان کو سیدھا راستہ دکھائین، یہ بار جو محض خدا کی راہ مین تھا اسے اُنھون نے ہنسی خوشی برداشت کیا،

قانون بین الممالک کے خاصے تفصیلی احکام ہمین قرآن مجید مین ملتے ہین، جن پر مختلف مقالے بھی لکھے جاتے رہے ہین[1] یہان ان کی تفصیل کی گنجایش نہین، صرف اس قدر اشارہ کافی ہے کہ قرآن مجید مین انتقامی جنگ ($\frac{۲}{۱۹۰}$ تا ۱۹۵) معاہدات کی تعمیل ($\frac{۹}{۴}$) مدافعت ($\frac{۴}{۷۵}$، ۳۹ تا $\frac{۲۲}{۴۱}$) ہمدردانہ جنگ ($\frac{۴}{۷۵}$) فریق ثانی کی طرف سے معاہدہ شکنی کا خوف ($\frac{۸}{۵۸}$) مذہبی رواداری ($\frac{۲}{۲۵۶}$، $\frac{۱۰}{۹۹}$، $\frac{۱۱}{۱۰۰}$) غیر مسلم رعایا سے برتاؤ ($\frac{۹}{۲۹}$) قیدیون سے برتاو ($\frac{۴۷}{۴}$ و ۸ تا $\frac{۷۶}{۹}$) پناہ جویون کو امن دنیا ($\frac{۹}{۶}$) مفتوحہ اراضی کا انتظام ($\frac{۵۹}{۷}$) صلح کرنا ($\frac{۸}{۶۱}$) غیر جانبداری ($\frac{۴}{۸۸}$ تا ۹۱، $\frac{۵۹}{۱۱}$ تا ۱۲، $\frac{۶۰}{۸}$ تا ۹) وغیرہ وغیرہ امور کا اصولی ذکر ملتا ہے،

قومی دولت | کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء تاکہ وہ تم مین سے صرف مالدارون

---

[1] چنانچہ اسلامک کلچر حیدر آباد مین جنوری ۱۹۴۱ء و مابعد کے پرچون مین کئی سو صفحون کا ایک طویل مقالہ چھپا ہے، اسکی کتابیات مین سابقہ اہل علم کی کوششون کی بھی تفصیل ہے،

مین گردش نہ کرتی رہے۔" (قرآن مجید $\frac{۵۹}{۷}$)

یہ اسلامی اصولِ دولتِ عامہ کا خلاصہ ہے جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے، اسلامی معاشیات کے پیش نظر یہ چیز رہی ہے، کہ دولت کی ملک کے ہر طبقہ مین تقسیم عمل مین آئے، اور وہ یکجا اکٹھی ہونے بلکہ گردش کرتی رہے، معیار سے زائد دولت پر لازمی محصول (یعنی زکوٰۃ) وصیت کرنے کے اختیارات کی تحدید اور کسی شخص کی جائداد سے اسکی وفات پر اس کے قریبی رشتہ دارون کو لازمی طور سے حصہ ملنا، نیز غربا اور محتاجون کے لئے حکومت کی آمدنی مین لازمی طور سے حصہ مقرر کیا جانا۔ یہ اور اس کے مماثل قاعدے قرآن مجید نے مقرر کئے ہین، جن سے تقسیم و گردشِ دولت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور ساتھ ہی انفرادی ملکیت پر کوئی قید عائد نہ ہونے سے ہر شخص کو اپنے قوائے فطری سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کی ترغیب ہوتی رہتی ہے، اور سود کی ممانعت اور قرضہ ہائے حسنہ کا انتظام جو قرآن مجید نے کیا ہے، وہ اسلامی قواعدِ معاشیات کو ایک مکمل نظام کی حیثیت دیدیتے ہین، جو نہ تو سرمایہ داری ہے اور نہ اشتراکیت، بلکہ اس مین ان دونون کی خوبیان ہین، اور ساتھ ہی دونون کی بُرائیون سے اس نظام کو محفوظ رکھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے،

اخلاق عامہ | میرے نزدیک مذہب اور سیاست دونون ایک دوسرے سے ممتاز عمل ہین، ان کو ایک سمجھنا غلطی ہے، مذہب انسان اور خالق کے تعلق کا نام ہے، اور سیاست بندون کے باہمی تعلقات کے لئے برسر کار رہتی ہے، لیکن اگر ان دونون مین کوئی رابطہ اور حلقۂ اتصال نہ پیدا کیا جائے تو انسانیت کو لامحدود نقصان پہنچ جاتا ہے، اسلام نے اس کا ایک حل تلاش کر لیا، اور اس کو کامیابی سے عمل مین لاکر بھی دکھا دیا، اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ مذہب اور سیاست دونون کے دائرہ ہائے عمل بالکل جدا جدا ہین، لیکن دونون کے قواعد کا ماخذ ایک ہی چیز کو قرار دیا گیا، چنانچہ مسلمانون کا مذہب اور مسلمانون کی سیاست دونون کی رہنمائی قرآن و حدیث، اصولِ انصاف و استحسان

اور ہم آہنگی ضمیر سے ہوتی ہے،

سیاسی اصطلاحات اسلامی ادارہائے سیاست نے اپنی بہت سی اصطلاحین قرآن مجید ہی سے لی ہین، چنانچہ امت اور ملت سے سیاسی جماعت مراد ہوتی ہے، خلیفہ اور امام اس جماعت کے سردار کا نام ہوتا ہی، (دیکھئے قرآن مجید ۲/۴۲ نیز سیرۃ ابن ہشام ص ۳۴۱ مین رسول کریم صلعم نے شہر مدینہ کے لئے ہجرت کے بعد جو دستورِ مملکت نافذ فرمایا تھا، اور جس کا پورا متن خوش قسمتی سے ہم تک پہنچ چکا ہے، اس کی دفعہ (۲) مین بھی انہی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے، لفظِ خلیفہ کے لئے دیکھیے قرآن مجید ۲/۳۰ اور لفظ امام کے لئے ۲/۱۲۴،

جانشینی لفظ خلیفہ کے ساتھ ہم جانشینی کے خاردار مسئلہ سے دوچار ہو جاتے ہین، یہی وہ مسئلہ ہے جس نے تیرہ سو سال سے مسلمانون کو دو بڑی متخاصم جماعتون مین تقسیم کر دیا ہے، جو اسلام رسول کریم صلعم اپنی امت کے لئے لائے تھے، اور جس کی آپ عمر بھر تبلیغ کرتے رہے، اس کے بنیادی اصولون مین کہین بھی اس کا ذکر نہین ہے، کہ آپ کی جانشینی کے لئے کیا اصول ہو، اور اس اصول کا ماننا اس سے بھی کم ایک جزءِ عقیدہ امر بن سکتا ہے، لیکن بدقسمتی سے اس کے بالکل برعکس صورتِ حال پیدا ہو گئی، اور ہر دو فریقون کے ہان غلو رکھنے والے خیالات بھی پھیلتے رہے، حالیہ زمانہ مین ایک حل جو اس کے لئے سونچا گیا ہے وہ سنجیدہ غور کا مستحق ہے، وہ یہ کہ سُنّی اور شیعہ دونون اس امر پر متفق ہین کہ تاریخی واقعہ کی حیثیت سے جناب رسالت مآب صلعم کے بعد حضرت علیؓ پہلے خلیفہ نہین ہوئے، اسی طرح شیعہ اور سُنّی دونون ہی اس پر متفق ہین کہ روحانی امور مین حضرت علیؓ جناب رسالت مآب صلعم کے خلیفہ بلا فصل[1] ہین، چنانچہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ قریب

[1] معارف: خلیفہ بلا فصل کے معنی گویا یہ ہوئے کہ جس نے براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے فیض پایا ہو، اس معنی کے لحاظ سے تمام اکابر صحابہ خلفائے بلا فصل تھے، اور عالم روحانی مین تعدد خلفائے بلا فصل ممنوع نہین،

تمام صوفی سلسلے اسی کو مانتے ہین[1]، اب رہا یہ امر کہ حضرت علیؓ کو سیاسی جانشینی کا بھی استحقاق تھا یا نہین، یہ ایک خالص علمی مسئلہ رہ جاتا ہے، جس کو آئے دن کی روزمرہ سیاسی زندگی پر اب تیرہ سو سال بعد اثر انداز کرنے کی کوئی ضرورت نہین رہتی،

جس طرح ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے تک اول الذکر ہی کی شریعت باقی رہتی ہے، اسی پر قیاس کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک حکمران کی وفات کے باوجود اس کے جانشین کے انتخاب تک اول الذکر ہی کا اقتدار جاری رہتا ہے، اور اسی کے مقرر کردہ افسر اپنے فرائضِ منصبی انجام دیتے رہنے کے پابند ہین، چنانچہ:-

كَانَ اَبُوْحنيفة يقول اذا مات	امام ابوحنیفہ فرماتے تھے اگر خلیفہ
الخليفة فالقاضي على قضائه	کا انتقال ہو جائے، تو قاضی اپنی
والوالي على ولايته حتى يغيره	قضاۃ پر اور والی اپنی حکومت
القائم بعده، (مناقب ابی حنیفہ	پر باقی رہتا ہے، جب تک خلیفہ کا
للموفق ج ۱ صفحہ ۸۴)	جانشین اسے بدل نہ دے،

اسی مسئلہ کو قاتلِ حضرت عمرؓ کے بعض بے گناہ ہم وطنون کی شہادت اور ان شہدا ر کی عدم دار و گیر کے افسوسناک تاریخی واقعہ کے باعث تھوڑی سی اہمیت تھی، اس لئے اس کا بھی ذکر کر دیا گیا،

یہ سرسری خاکہ زیادہ قابل اہلِ علم کے لئے دعوت ہے، کہ اس اہم موضوع پر توجہ کرکے ملک و ملت کی رہنمائی کرین، وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربِ العالمین،

[1] اور یون بھی عالم مادی مین "دو شاہان در اقلیمے نہ گنجند" صحیح ہو تو ہو عالم روحانی مین ایک سے زیادہ خلیفہ بلا فصل ہونے مین کوئی مانع نہین،

تیموری شاہزادون کا علمی ذوق

از

جناب سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب ایم اے رفیق دار المصنفین

(۳)

شجاع و مراد

شاہجہان کے لڑکون مین تخت و تاج کے لئے جو خونریز جنگ ہوئی، اس مین مورخین شجاع اور مراد کا عبرتناک انجام دکھانے مین اس قدر محو ہو گئے، کہ ان دونون کے علمی فضل و کمال کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ شاہجہان کے دو لڑکے دارا اور اورنگزیب جس تعلیم و تربیت کی بدولت آسمانِ علم پر مہر و ماہ بن کر چمکے، ظاہر ہے کہ اس سے شجاع اور مراد بھی ضرور فیضیاب ہوئے ہون گے، مگر جس طرح وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے، اسی طرح ان کے علمی اوصاف بھی صفحۂ تاریخ سے گم کر دیئے گئے، لیکن ان دونون کی علمی قابلیت ان کے رقعات سے اور ان کی علم نوازی کا حال ان کے درباری شعراء اور متوسلین سے معلوم ہو سکتا ہے، شجاع اور مراد کے رقعات مختلف کتابون مین جستہ جستہ ملتے ہین، ان کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ اورنگزیب اور دارا کی طرح گو بلند پایہ ادیب اور انشاء پرداز تو نہ تھے، پھر بھی انکی تحریرون مین اس زمانہ کے ذوقِ ادب کی پوری چاشنی ضرور ہے،

شجاع اور مراد دونون شعراء اور اربابِ کمال کے قدردان اور سرپرست تھے، ملا محمود جونپوری شاہجہانی عہد کے بہت ہی ممتاز عالم تھے، فلسفہ مین ان کی تصنیف شمس بازغہ اور معانی

و بیان مین فوائد فی شرح الفوائد اب تک بلند پایہ سمجھی جاتی ہے ۱۰۶۲ھ مین جب ان کا انتقال ہوا، تو ان کے استاذ مولانا محمد افضل جونپوری پر اتنا اثر ہوا کہ شاگرد کی وفات کے بعد ان کے لبون پر کسی نے مسکراہٹ نہین دیکھی، اور کل چالیس روز کے بعد وہ بھی شاگرد سے جا ملے[1]، شجاع ملا محمود جونپوری کے فضل و کمال سے فیضیاب ہونا چاہتا تھا، اسلئے ان کو اپنے دربار آنے کی ان الفاظ مین دعوت دی، جس سے اس کے دل مین ان کی عزت و احترام کا اندازہ ہوتا ہے:-

"افادت و افاضت پناہ فضائل و کمالات دستگاہ ملا محمود بعنایت بے غایت خسروانی ممتاز گشتہ بداند کہ چون بیامن برکاتِ الٰہی خاطرِ فیض مآثر ما ہموارہ متوجہ آن ست کہ ارباب علم و حکمت و اصحابِ دین و ملت از ملتزمانِ محفلِ فیض منزل بودہ، دقائق علمی و حکمی را بوقفِ عرض می رسانیدہ باشند و آنچہ بر ضمیر الہام پذیر ما کہ آئینہ صور غیبی و گنجینۂ اسرار لاریبی است پرتو انداختہ باشد، بآن جماعت می فرمودہ باشیم تا کارہا بہ وفقِ احکام الٰہی و سنتِ نبوی بعمل می آمدہ باشد بنابران از روے مہربانی یا آن دانش آگاہ حقائق انتباہ نمودہ طلب فرمودہ ایم کہ بدرقۂ الطاف سلطانی طریقِ سعادت پیمودہ خود را بشرف حضور تمام فیض سراسر سعادت معزز گرداند بعد ازان کہ شرف اندوز ملازمت گردد و چندے فیضِ ظاہر و باطن از حضور معلّٰی برگیرد اگر خواہد بوطن معاودت نماید، او را مشمول عنایات و مورد توجہات فرمودہ رخصت انصراف ارزانی خواہیم داد، و اگر خواہش بودن درین آستانِ سلطنت آشیان داشتہ باشد، بنوعے کہ باطمینان دل دو ذوقِ خاطر گذراند، در بابِ او توجہ مبذول خواہم داشت، باید کہ بمجرد وصولِ این منشورِ کرامت و افضال بے توقف و دغدغہ روانہ عتبہ بوس گردد و در عہدہ شناسد"[2]

---

[1] تذکرۃ العلماء، ص ۲۲۱، [2] رقعاتِ عالمگیر مرتبہ سید نجیب اشرف ندوی ص ۲۴۲،

فارسی سخنگویوں میں شیخ منعم لاہوری[1] اور ہندی شعراء میں چنتا من ساکن کوڑہ جہان آباد شجاع کے مقربین خاص میں تھے، چنتا من اپنے عہد کا بہت ہی مشہور سنسکرت کا عالم تھا، اسکی ہندی شاعری کا مجموعہ "کبت بچار" کے نام سے موسوم ہے، اس میں سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع کی مدح میں بھی بہت سی کبتائیں ہیں[2]،

شاہزادہ مراد کا سب سے محبوب شاعر سعید قریشی تھا، جو ملتان کا باشندہ تھا، جب مراد کو گجرات کی نظامت تفویض ہوئی، تو سعید قریشی بھی اس کے ساتھ گیا، اور اپنی بذلہ سنجی، شیریں بیانی اور شعر گوئی کی بدولت مراد کی نگاہوں میں اتنا چڑھا کہ دربار کے تمام امراء اس پر فریفتہ ہو گئے، مراۃ الخیال کا مصنف اسکی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے:

"بیان بزرگی صوری و شرح حالت معنوی و ذکر وسعت مشرب و اظہار محاسن شیم وا براز مکارم اخلاق و اداے کشادگی پیشانی و تقریر بے تعینی و تت و تحریر استعداد سخنش زبان قلم و قلم زبان برنتابد"[1]

اوائل ملازمت میں ایک روز سعید قریشی مراد کے دربار میں پہونچا، تو داروغہ غسلخانہ نے جو "کیے از چیلہ ہا بود" اندر آنے کی اجازت نہ دی، سعید قریشی نے فوراً یہ رباعی لکھکر مراد کے پاس بھیجی:

اے شاہ جناب تو جناب اللہ است	ہر حکم تو چون حکم کتاب اللہ است
این چیلہ دیو فعل مانع درت	ابلیس صفت مانع باب اللہ است

مراد رباعی پڑھکر بہت محظوظ ہوا، اور سعید قریشی کو زنانخانے کے علاوہ ہر جگہ آنے جانے کی اجازت دیدی،

[1] ان کی شاعری کے نمونے کے لئے دیکھو مخزن الغرائب قلمی نسخہ ص ۸۰ بہ دار المصنفین اعظم گڈھ؛
[2] ماثر الکرام جلد دوم ص ۲۶۶

ایک بار عید اضحیٰ کے موقع پر مراد اپنے ہاتھوں سے بکرا ذبح کر رہا تھا، بکرے کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی، مراد نے بکرے کی آنکھ دیکھی، پھر اس کی نظر سعید قریشی کی طرف اٹھی، سعید قریشی نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا،

عید قربانست دمی خواہم کہ قربانت شوم	ہمچو چشم گوسپند کشتہ حیرانت شوم

ایک مرتبہ عید الفطر کے موقع پر مراد کی سواری عید گاہ جارہی تھی، سعید قریشی مجرا کے لئے حاضر ہوا، مراد نے اس سے دریافت کیا، کہ عید الفطر کی تہنیت میں اس نے کچھ کہا ہے، یا نہیں، اتفاق سے سعید قریشی نے کچھ نہ کہا تھا، یہ پوچھنے کے بعد مراد نماز میں مشغول ہو گیا، سعید قریشی کو موقع مل گیا، اس درمیان میں اس نے ایک غزل تیار کر لی، مراد نماز پڑھ چکا تو سعید نے غزل پیش کی، مراد شراب کا بڑا دلدادہ تھا، اس غزل میں اسکی خاص رعایت رکھی ہے،

روز عیدست لب خشک بہ مے آلودہ کنید	چارۂ کار خود اے تشنہ لبان زود کنید
دیر گاہیست کہ از دیر مغان دور تریم	زود باشید بکف جام زر اندود کنید
شربت حب نبات لب جان بخش ایاز	نوش داروی دل خستۂ محمود کنید
حرف بے صرفۂ واعظ نتوان کرد بگوش	گوش بر زمزمۂ چنگ و نے و عود کنید
ہست بہبود شما بندگی شاہ مراد	بہتر آنست کہ اندیشۂ بہبود کنید
شیوۂ صدق چو سرمایۂ ہر سود بود	ہست اینکہ زین شیوہ بے سود کنید

پرورش یافتہ از طالع مسعود سعید
سعی در یافتن طالع مسعود کشید[1]

شاہزادہ مراد نہ صرف غزل سے محظوظ ہوا بلکہ سعید قریشی کی اس بدیہہ گوئی پر بھی

[1] مراۃ الخیال ص ۲۶۳

حیرت کا اظہار کیا،

مراد کی رندی اور اس کے دربار کی رنگینیون کی خبر شاہجہان کو پہونچی تو اس نے اپنے ایک ہوشمند اور زیرک امیر علی نقی کو مراد کی نگرانی کے لئے بھیجا، علی نقی سعید قریشی کو ناپسند کرتا تھا، اس لئے دونون مین اتنا عناد بڑھا کہ سعید قریشی کی جان کے لالے پڑ گئے، چنانچہ ایک رات مراد کو اطلاع کئے بغیر گجرات سے نکل بھاگا، مراد کو خبر ہوئی تو اسکی جدائی گوارا نہ کرسکا، اور اسکو واپس بلانے کے لئے قاصد دوڑائے، لیکن سعید قریشی نے واپس آنے کے بجائے یہ غزل معذرت مین لکھ بھیجی، [1]

مشکل بود بکوی تو دیگر نشست ما — پیچیدہ است زلف تو بہر شکست ما

چون سبزہ در رہ تو بجز پافتادگی — اے سرو من بگو کہ چہ آید ز دست ما

در روم کہ بار قیب تو خاطر نشان کند — جز تیر بے خطا کہ بر آمد ز شست ما

دل بستہ در خیال میان جان بہ بند زلف — سد سکندری شدہ این بند و بست ما

فارغ ز دین و کفر شدہ بعد ازین سعید

ما و سر نیاز و بت خود پرست ما

سلطان محمد یہ اورنگزیب عالمگیر کا سب سے بڑا لڑکا اور نواب بائی کے بطن سے تھا، اورنگزیب ایک شفیق اور دور اندیش باپ کی طرح اپنے لڑکون کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے ہمیشہ کوشان رہا، تاکہ اس کے بعد اس کی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کا جانشین لائق اور ہوشمند شخص ہو، مگر اسکی یہ کوشش بارآور نہیں ہوئی، سلطان محمد کو مختلف رقعات مین سفر و حضر کی حالت مین، جاگنے، نہانے دھونے کھانے اور پینے، نماز اور وظائف مین مشغول ہونے، لکھنے پڑھنے اور شکار کھیلنے، دربار منعقد کرنے یہانتک کہ اٹھنے بیٹھنے، امراء سے ملنے جلنے اور فوجون کے معائنہ کرنے وغیرہ کا لائحہ عمل لکھتا

[1] مرآۃ الخیال ص ۲۶۳

رہتا تھا، اس مین خاص اوقات مین کلام پاک کی تلاوت اور عربی زبان کے مطالعہ کی بھی تاکید ہے، مگر سلطان محمد کو تعلیم سے زیادہ شکار سے دلچسپی تھی، اس لئے اورنگزیب کبیدہ خاطر ہو کر اس کو لکھتا ہے :-

"ما ازین کہ ایشان را پیش از وقت در خدمت خود بشکار بردہ ایم تاسف داریم چہ آن بلند اقبال تا لذت شکار یافتہ اند، از اکتساب کمالات از خواندن و نوشتن و مانند آن دست باز داشتہ، چندان رغبتے باین امور ندارند ایشان را چون خواہیم گذاشت کہ بدین شغل از کسب کمال باز مانند"

سلطان محمد کو اورنگزیب کی خاص ہدایت تھی، کہ وہ ترکی زبان سیکھ کر اس مین بول چال کی مہارت پیدا کرے، کیونکہ مغل فوج مین ترکی النسل سپاہی اور افسرون کی تعداد کافی ہوتی تھی، اس لئے ان سے براہ راست تعلق رکھنے کے لئے ترکی زبان کا سیکھنا تیموری شاہزادون کے لئے ضروری تھا، مگر سلطان محمد کو اس زبان سے رغبت نہ تھی، چنانچہ جب وہ شمالی ہند کی ایک مہم پر روانہ ہوا تو ترکی کے استاد کو ساتھ نہ لے گیا، اورنگزیب کو یہ ناگوار ہوا، اس نے غصہ کی حالت مین ایک خط لکھا، کہ استاد کو اپنے پاس بلاکر ترکی مین گفتگو کرنے کی مشق جاری رکھے، سلطان محمد نے اپنے استاد کی پیری اور ناتوانی کا عذر پیش کرکے اغماض کرنے کی کوشش کی مگر اورنگزیب نے قبول نہ کیا، اور دوبارہ ایک غضب آلود رقعہ لکھا،

"پیری و ناتوانی او عذر نمی شود، واگر باشد، عذر بے فراست، آن جوان بخت در حضر نیز او را همعدوم انگاشتہ درین یکسال کہ او نوکر است و مبلغہا در وجہ مواجب از سرکار ناہدار یافتہ اصلاً التفاتے بخواندن ترکی نداشتند، وجہ بہجت عالی از تعیین معلمان کسب کمالات ایشان است والا این ہمہ ممنونیت آن مردم چرا بایستے کشید؟ ہرگاہ آن والا گہر قدر این

عواطف ندانستہ وفرصت را مغتنم نداشتہ در تحصیل اموری کہ سبب آراستگی وکمال نفس انسانیت وابناے سلاطین را پیرایہ خوشتر ازان نیست رغبت نہ نمایند، مارا چہ زیان الحال کہ بہ ہوش آمدہ اند ونیک را از بد می شناسند، ورآنچہ بہبود ایشان باشد خود کوتاہی نخواہند نمود۔

اورنگزیب سلطان محمد کو فارسی تحریر و تقریر کی مہارت اور پاکیزگی کی بھی برابر ہدایت کرتا رہتا تھا، اور اس لئے خاص خاص کتابون خصوصاً اکبرنامہ کے مطالعہ کی تاکید کرتا تھا، ایک رقعہ مین ہے:

"اگر در نوشتن احتیاط نرود وعبارت مطابق آداب قاعدہ نباشد جاے انفعال است، در اوقات فرصت بمطالعہ کتب نیز علی الخصوص اکبرنامہ پرداختہ از مشق انشا رغافل نہ گردند، وہمگی جہد مصروف آن سازند کہ تقریر وتحریر پاکیزہ وپسندیدہ شود، تامعانی الفاظ وربط مناسب آن بواقعی خاطرنشان نہ گردد، در گفتن ونوشتن بکار نبرند وہرچہ بگویند ونویسند باید کہ فہمیدہ وسنجیدہ باشد"۔

چنانچہ سلطان محمد نے اکبرنامہ کا مطالعہ شروع کیا، اور جب اورنگزیب کو خط لکھا تو اکبرنامہ کے مصنف کی تقلید مین بسم اللہ کے بجاے "اللہ اکبر" اور "جل جلالہ" تحریر کیا، اورنگزیب کو یہ ناگوار ہوا تو اس نے تنبیہ کی،

"مقصود از خواندن اکبرنامہ شیخ ابوالفضل تتبع عبارت آن کتاب است نہ اتباع مذہب مصنف کہ از روے بدعت اسلوب مسنون را تغیر دادہ ....."

سلطان محمد نے اکبرنامہ کی تقلید مین اپنے عریضہ کو "نشان والا" اور مہر کو "مہر خاص" لکھا تھا، اورنگزیب نے اس پر بھی فہمایش کی، کہ یہ الفاظ شاہی رقعہ اور مہر کے لئے خاص ہوچکے ہین،

ایک بار سلطان محمد نے اورنگزیب کو لاپروائی مین خراب کاغذ پر بڑے سطر مین رقعہ لکھدیا، اورنگزیب نے اوس کو ڈانٹ کر لکھا،

"ہرچہ بنویسند دست نگاہ داشتہ بر کاغذے لائق می نوشتہ باشند بے پروائی حسن خط را بر ہم نزنند"[1]

مگر افسوس ہے کہ اورنگزیب کی یہ ساری تربیت رائگان گئی، اور سلطان محمد عنفوان شباب ہی مین دنیا سے چل بسا۔

اکبر دکام بخش | شاہزادہ اکبر ملکۂ دلرس بانو کے بطن سے تھا، ۱۰۹۱ھ مین راجپوتون کے خلاف جنگ مین مشغول تھا کہ ان کے ورغلانے پر باپ سے منحرف ہوکر باغی ہوگیا، اور جب اسکی بغاوت ناکام رہی تو وہ ہندوستان سے بھاگ کر ایران چلا گیا، اور وہان ۴۸ھ جلوس عالمگیری مین فوت ہوا، عالمگیر اس کی دو باتون کا مداح تھا، ایک یہ کہ اوس نے نماز باجماعت کبھی قضا نہین کی، دوسرے مذہب کا اتنا دلدادہ تھا کہ مذہبی جوش مین مخالفین کی کثرت سے کبھی خوفزدہ نہین ہوا،[2]

کام بخش اودے پوری کے بطن سے تھا، عالمگیر کے ۲۰ وین سال جلوس مین حفظ کلام اللہ کی سعادت حاصل کی، عالمگیر نے اس خوشی مین اسکو خلعت دو اسپ با ساز طلا، وسرپیچ مرصع و مالاے مروارید وسپر باگل مرصع وترکش باکمان عطا کئے،[3] مآثر عالمگیری کے مصنف کا بیان ہے کہ تحصیل علوم مین اپنے تمام بھائیون پر سبقت لے گیا تھا، اوس کو ترکی زبان مین خاص مہارت حاصل تھی، اور مختلف اقسام کے خطوط کی کتابت مین استاذ زمانہ تھا،[4]

---

[1] رقعات عالمگیر ص ۸، ۲۷ [2] مآثر عالمگیری دار الترجمہ عثمانیہ ص ۳۹۲ [3] ایضاً ص ۱۰۸، [4] ایضاً ص ۳۹۴،

اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کی تاریخ جنگ و جدل اور انتشار و اختلال کی ایک داستان ہے، مورخین ان خون آشام واقعات کو قلمبند کرنے مین ایسے محو ہو گئے ہین کہ ان کی ساری توجہ بادشاہِ وقت اور امراء کی سیاست اور ریشہ دوانیون مین الجھ کر رہ گئی ہے، اسلئے شاہزادون کے علمی حالات پر تاریکی کے پردے پڑ گئے ہین، حالانکہ اورنگزیب کے پوتے شہزادہ عظیم الشان کے بارے مین عام طور سے مشہور ہے، کہ جب اوس نے اشوک کے دار السلطنت پاٹلی پتر اور شہر پٹنہ کو عظیم آباد کے نام سے مستقر حکومت بنایا، تو اس عہد مین عظیم آباد شاہجہان آباد ہی کی طرح سیاسی اور علمی حیثیت سے نمایان ہو گیا تھا، مگر اس زمانہ کی علمی مجلسون کے غلغلے مستند متداول تاریخون مین بلند نہین ہوئے، اس لئے شہزادہ عظیم الشان کے علمی کارنامون پر اعتبار و وثوق کے ساتھ روشنی نہین ڈالی جاسکتی،

آخری شاہان تیموریہ سے اکبری جاہ و جلال شاہجہانی سطوت و شہامت اور عالمگیری تدبر و ہوشمندی رخصت ہو چکی تھی، اسی کے ساتھ وہ اپنی زبان بھی کھو بیٹھے تھے، محمد شاہ کے زمانہ سے دربار مین عام چیز اردو زبان ہی کا رہنے لگا، اور زمانہ کے عام مذاق کے مطابق دربار کے شہزادے اسی زبان مین غزل گوئی کی مشق کرنے لگے، غزل گو شہزادون کی تعداد بہت ہے، لیکن ہم مثال کے طور پر صرف دو چار ایسے شہزادون کا ذکر کرنا چاہتے ہین، جن کی سخنگوئی اور علم نوازی کا حال بعض مستند تذکرہ نویسون نے بھی لکھا ہے، لیکن ان شہزادون کے علمی ذوق پر روشنی ڈالنے سے پہلے ایک ایسے باکمال شہزادہ کا ذکر ضروری ہے، جو اگرچہ تخت و تاج کے وارثون مین تو نہ تھا، لیکن علمی حیثیت سے تیموری خاندان کا نہایت ممتاز شہزادہ تھا،

میرزا علی بخت بہادر محمد ظہیر الدین اظفری گورگانی

یہ مرزا علی بخت بہادر محمد ظہیر الدین اظفری گورگانی ہے، یہ شاہ عالم بادشاہ کا ہم جد اور اورنگزیب عالمگیر کی پوتی نواب عفت آراء

بیگم کا نواسہ تھا، ۱۱۷۲ھ مین قلعۂ معلّی دہلی مین پیدا ہوا، اور وہین تعلیم و تربیت پائی، یہ وہ زمانہ تھا جب مغلیہ سلطنت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا، بادشاہ وقت اور شہزادے محض ایک غیر اسلامی حکومت کے وظیفہ خوار اور نظربند تھے، اظفری بھی قلعۂ معلّی دہلی مین ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا، مگر کچھ عرصہ کے بعد خفیہ طور سے وہاں سے فرار ہو گیا، اور جے پور، جودھپور وغیرہ ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچا، نواب آصف الدولہ نے اسکی بڑی پذیرائی کی، اظفری لکھنؤ مین سات سال تک رہا، وہان سے مدراس پہونچا، اور یہین ۱۲۳۴ھ مین سپرد خاک ہوا،

اظفری کو عربی فارسی اردو اور ترکی چارون زبانون مین مہارت تھی، آخر عمر مین مدراس پہنچکر انگریزی بھی سیکھ لی تھی، مختلف علوم و فنون مثلاً طب، رمل، عروض، قافیہ اور خصوصاً فن شاعری مین دسترس رکھتا تھا، فارسی اردو اور ترکی مین صاحبِ دیوان بھی تھا، مگر افسوس ہے، کہ اس کا فارسی اور ترکی دیوان مفقود ہے، اس کا اردو دیوان مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہو گیا ہے، یہ سطور لکھتے وقت اسکی ایک تالیف "واقعاتِ اظفری" پیشِ نظر ہے، جس کا اردو ترجمہ مدراس یونیورسٹی نے شائع کیا ہے، اس کتاب مین اظفری نے اپنے سفر کے علاوہ قلعۂ معلّی کے بہت سے حالات لکھے ہین، اس لئے یہ کتاب تاریخی اور جغرافی حیثیت سے بھی اہم ہے، اس مین شاہ عالم کے زمانہ کے بہت سے ایسے حالات درج ہین، جو عام سیاسی تاریخون مین نہین ملتے، نظربند شہزادون کے عادات و اطوار، رسم و رواج، جادو منتر اور عملیات کے متعلق بھی بہت سے معلومات ہین، پھر قلعہ سے فرار ہونے کے بعد اظفری نے جن جن مقامات کی سیر کی وہاں کی عجیب چیزون، رسم و رواج اور معتقدات کا بھی ذکر کیا ہے، آخر مین اپنی مختلف تالیفات کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے :-

"اپنے قیام لکھنؤ کے زمانہ مین مین نے کامل ایک سال کے اندر ایک ترکی چغتائی

لغت کی کتاب تالیف کی، جس مین قدیم مؤلفین کے طرز کے خلاف تفصیل کے ساتھ بہت آسان طریقے پر نئے نئے فوائد لکھے ہین،

ایک مہینہ مین نسخہ "محبوب القلوب" کا مقفی نثر مین فارسی زبان مین ترجمہ اور کچھ اس پر اضافہ کیا ہے، اصل کتاب میر نظام الدین علی شیر متخلص بہ نوائی کی تصنیف اور ترکی زبان مین ہے،

ایک ہفتہ مین "نصاب ترکی" "صنعتِ مقلوبات مین مرتب کی، جس مین دو سو بیس شعر ہین" تین روز مین امیر خسرو کی "خالق باری" کے جواب مین اسی وزن پر ایک مختصر رسالہ ترکی اور ہندی زبان مین مرتب کیا، اس مین ساڑھے چھ سو شعر ہین، اور اس کا نام مین نے "تنگری تاری" رکھا ہے،

حکیم حسین رضا خان کی استدعا پر جو ہماری سرکار کے ملازم ہین، چند ہفتون کے اندر بقراط کے "رسالہ قبریہ" کا فارسی مین ترجمہ کیا، پھر اُسے نظم کا لباس پہنایا، یہ رسالہ عربی زبان مین مریضون کی ردی علامتون کے بیان مین ہے،

اس کے بعد نسخہ "سانحات" کی تالیف مین مشغول ہوا، جس مین میری اکثر نصیحتین اور تنبیہین مذکور ہین، اب تک اس مین ایک سو نو سانحے درج ہو چکے ہین،

جس وقت مین عظیم آباد پہونچا تو رائے ٹیکا رام کی خواہش پر سات دن کے اندر ایک اور کتاب "نصاب ترکی چغتائی" تصنیف کی، جس مین چار سو باون اشعار ہین، رائے ٹیکا رام ہمارا موروثی خانہ زاد ہماری سرکار کا بخشی ..... ہے،

جب مین مقصود آباد مین وارد ہوا تو ..... مرزا جان تپش کی خواہش پر اپنے واقعات کی تالیف شروع کی (واقعات اظفری مراد ہے)

مرزا جہاندار شاہ | شاہ عالم ثانی کے جن لڑکون نے باپ سے شعر و شاعری کا ذوق ورثہ مین پایا، ان کے نام حسب ذیل ہین:

مرزا جہاندار شاہ، مرزا احسن بخت، مرزا سلیمان شکوہ، مرزا فرخندہ بخت جہان شاہ،

شاہ عالم نے مرزا جہاندار شاہ کو ولی عہد بنایا تھا، مگر اوس نے عالم شباب مین سفر آخرت کیا، واقعاتِ اظفری، طبقات الشعراء، مجموعۂ نغز، تذکرۂ ہندی اور گلزار ابراہیم اور گلشن بے خار مین اس شاہزادہ کا ذکر شاعرون کی فہرست مین اچھے الفاظ مین کیا گیا ہے،

واقعاتِ اظفری کے مصنف کا بیان ہے، کہ شاہزادہ جہاندار شاہ بہت بذلہ سنج، ظریف اور شوخ طبع تھا، اوس کے اردو اشعار مین بڑی شوخی ہوتی تھی، موسیقی سے بھی ذوق رکھتا تھا، فارسی اور اردو دونون زبانون مین جہاندار تخلص کرتا تھا،

طبقات الشعراء مؤلفہ قدرت اللہ شوق سنبھلی مین ہے:-

"جوانی بود مجمع قابلیت واہلیت ..... جدت ذہن وجودت طبع وفہم رسا وفکر بجا داشت واشعار فارسی وہندی ہر دو را موزون می ساخت"

قدرت اللہ قاسم نے اسکو "شیرین گفتار" لکھا ہے، گلزار ابراہیم کے مصنف نے اس کے جود وسخا کے بیان مین بڑی تر زبانی دکھائی ہے، یہ شاہزادہ ۱۱۹۰ھ مین دہلی سے لکھنؤ آیا، اور یہان آکر اوس نے جو علمی بزم سجائی اس کا حال گلزار ابراہیم مین اس طرح ہے،

"اس شاہزادہ عالی تبار کی طبیعت شعر کی طرف اس قدر آئی تھی کہ مہینے مین دو دفعہ بنا مشاعرے کی اپنے دولت خانہ مین ٹھہرائی تھی، شعرائے باوقار کو اپنے چوبدار بھیج کر مشاعرے کے دن بلواتے، اور ہر ایک شخص سے نہایت الطاف اور عنایت کے ساتھ گرم جوشی فرماتے، چنانچہ راقم حقیر کو جب یاد فرمایا، تو اس ہیچمدان نے یہ

عذر کہہ بھجوایا کہ کمترین نے مشاعرے کا جانا مدت سے موقوف کیا ہی، ازبس کہ ان صحبتون مین مناظرہ ہی کو یاران عالی حوصلہ نے رواج دیا ہے، اگر ارشاد ہو تو سوائے مشاعرے کے ایک دن بندگی مین حاضر ہون، اور اس تخم ناکاشتنی بے مغز کو موافق ارشاد کے زمین عرض مین بو دُن، پذیرانہ ہوا، اور پھر جو بدا آیا، اور یہ ارشاد فرمایا کہ تیرا حاضر ہونا مشاعرے مین نہایت ضرور ہے، مناظرہ کا مطلق ہمارے یہان نہیں دستور ہی غرض گیا سے نواب آصف الدولہ مرحوم کے حاضر ہوا، اور شرف سعادت ملازمت کا حاصل کیا، مکرر غزلین اس دن ازراہ تفضلات کے پڑھوائین، اور ہر شعر پر کیا کہون کہ کیا کیا عنایتین فرمائین، پھر اپنی طبع زاد سے بہت کچھ ارشاد فرمایا، اور سامعین کو مورد عنایت و امداد فرمایا"[1]

اس شہزادہ کا انتقال ۱۲۰۱ھ مین بمقام بنارس ہوا، مختلف تذکرون مین اسکے اشعار منقول ہین، نمونہ کے طور پر ہم یہان اسکے کچھ اشعار درج کرتے ہین،

واقعات اظفری :-

تم ہی جب سے الفت کے پالے پڑے	ہمین اپنے جینے کے لالے پڑے،
پھرے ڈھونڈتے پا برہنہ تجھے،	یہان تک کہ پاؤن مین چھالے پڑے

فارسی کلام :-

فتادہ مشکل دیگر ز عشق جان مرا	کہ کس نمی شنود شرح داستان مرا
فزودہ ایم غرورت زعرض بیتابی	باین گناہ برآرد کسے زبان مرا

[1] گلزار ابراہیم، انجمن ترقی اردو صفحہ ۹۰ گلشن بے خار مین اس شہزادہ کے متعلق یہ الفاظ ہین:
"بفہم و فراست و عقل و کیاست ممتاز اقران و امثال خود بودہ"

دلم زسینہ برآرید و پیش او ببرید	زنام ما برسانید این بیان مرا

طبقات الشعراء :-

زلف آمیختہ جو یہ رُخ پہ صنم رکھتے ہین	روز اور شب کو باہم ہم رکھتے ہین
میرا دل فگار بھی کچھ گل سے کم نہین	منظور ہو جو گوشہ دستار کے لئے
جز جیب و آستین نہین مونس جہان مین کوئی	دیکھا تو اپنے دیدۂ خونبار کے لئے
اس زلف عقدہ گیر کا یکتار اے صنم	بس ہے جہان کے سبحہ و زنار کے لئے

گلزار ابراہیم :-

نہ پوچھو دہر مین کیا کر چلے ہم	اسی ہی آرزو مین مر چلے ہم
رہے اک شب جو اس ماتم کدہ مین	بسان شمع رو رو کر چلے ہم

تذکرۂ ہندی :-

کونسی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی	پر جفا جو یہ تری نت کی لڑائی نہ گئی
قصد ہر چند کیا سیکھنے کا بلبل نے	وضع نالہ کی مرے اس سے اڑائی نہ گئی
بیمار عشق اب تک جانبر بھی کوئی ہوا ہی	تو اے طبیب ناحق میری دوا کرے ہی
بچائیگا تو اک دن سنتا ہی اے جہاندار	دیتا تو ہی دل اس کو لیکن بُرا کرے ہی
کون ممکش اے جہاندار آج گزرا باغ مین	ہاتھ مین ہر شاخ گل کو کو کا پیالہ دے کھینا

مرزا احسن بخت قدرت اللہ شوق سنبھلی نے اپنے تذکرہ طبقات الشعراء مین شہزادہ کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے:

"ازراہ قابلیت ذاتی برائے تفنن طبع گاہے متوجہ فن شعری شود و بعد سال دو ماہے غزل فارسی و ہندی بہم می رساند این چند ابیات آن احسن بخت کہ بزبانی بعضے مقربان

ومنصبداران او بسمع رسیدہ بتحریر می آید، اگرچہ نومشق است فاما ذہن صائب وفکر مناسب دارد"

اس کے بعض اشعار یہ ہین :-

فرقت مین اوسکی یارب کھینچین ہم آہ کب تک | آنکھین تو تھک گئی ہین دیکھین گے راہ کب تک

یاد ہے گلعذار کی صورت | گل ہو نظروں میں خار کی صورت

کیا قیامت ہو اس کی نوک مژہ | خنجر آبدار کی صورت

مرزا سلیمان شکوہ

مغلون کے آخر زمانہ مین مرزا سلیمان شکوہ کا نام علمی حیثیت سے بہت نمایان ہو اس شہزادہ کے متعلق قدرت اللہ شوق کا بیان ہو؛

"مخزنِ قابلیت وعلم ومعدنِ انسانیت وحلم .... از بسکہ جودت طبع وجدت ذہن بسیار دارد، ازراہ قابلیتِ ذاتی گاہے متوجہ فنِ شعر می شود وغزل فارسی وہندی بہم می رساند واکثر درخدمت او مشاعرہ شعرا می شود"۔

گلشن بے خار مین ہے :-

"مرزا سلیمان شکوہ ...... مدتے جلوہ فرماے لکھنو بودہ، اکثر شعراے آنجا از خوان نعمتش بہرہ ور وکامیاب بودند، چند سال است کہ دہلی وارد شدہ بود، الحال تربیت شعراے مستقر الخلافۃ اکبرآباد است" (ص ۱۴۷، مطبع دہلی اردو اخبار پریس)

سلیمان شکوہ نے دہلی چھوڑنے کے بعد لکھنو مین جو علمی مجلس آراستہ کی تھی، آزاد نے اوسکی تصویر اس طرح دکھائی ہو:

"مرزا سلیمان شکوہ شاہ عالم کے بیٹے تھے ...... شاعر بھی تھے، چنانچہ عام اہل دہلی کے علاوہ شعرا کا مجمع دونون وقت ان کے ہان رہتا تھا، سودا، میر ضاحک، میر سوز،

وغیرہ کا ورق زمانہ الٹ چکا تھا، مصحفی، جرأت، مرزا قتیل وغیرہ شاعرون اور شعر فہمون کے جلسے رہتے تھے، جو محفل ایسے گلشن فصاحت کے گلدستون سے سجائی جائے وہان کی رنگینیان کیا کچھ ہون گی جی چاہتا تھا کہ ان کی باتون سے گلزار کھلا دون، مگر اکثر پھول ایسے فحش کانٹون مین الجھے ہوئے ہین، کہ کاغذ کے پرزے ہوتے جاتے ہین، اس لئے صفحہ پر پھیلاتے ہوئے ڈر لگتا ہے، پہلے مرزا سلیمان شکوہ مصحفی سے اصلاح لیا کرتے تھے، جب سید انشاء پہونچے، تو مصحفی کا مصحف طاق پر رکھا گیا، بزرگون سے سنا اور طرز کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ موصوف کے سر دیوان کی غزل اور اکثر غزلین بھی سید ممدوح کی اصلاح کی ہوئی یا کہی ہوئی ہین"؛

فحش کانٹون سے مراد شاید سلیمان شکوہ کے دربار کے اہل علم اور شعراء کے حسد اور رشک و رقابت ہو، مولوی عبد الحق صاحب (انجمن ترقی اردو) تذکرہ ہندی مؤلفہ غلام ہمدانی مصحفی کے مقدمہ مین رقمطراز ہین :-

"دلی کے شاہزادے، شاہ عالم کے بیٹے مرزا سلیمان شکوہ اس زمانہ مین لکھنؤ میں تھے، صاحب عالم نے لکھنو کی سرزمین پر چھوٹی سی دلی بسا رکھی تھی، اور سارا ٹھاٹ وہی قائم کر رکھا تھا، دلی سے جو جاتا پہلے اُن کی سرکار مین اپنا ٹھکانا ڈھونڈتا، شعر وسخن سے ذوق رکھتے تھے، اور شعراء اور اہل کمال کے قدر دان تھے، انشاء، جرأت، سوز، مصحفی، وغیرہ انہی کے دربار مین ملازم تھے، یا انعام واکرام سے سرفراز ہوتے تھے، بارہ سو سات آٹھ ہجری مین مصحفی بھی میر انشاء اللہ کی وساطت سے اس دربار مین داخل ہوئے، ہمارے دربارون مین حسد ورشک، رقابت وغمازی اور سازش کی گرم بازاری ہمیشہ رہی ہے، .... انشاء، جرأت اور مصحفی خواجہ تماش باز

اور ہم پیشہ تھے، اوّل اوّل شاعرانہ چشمک رہی بعد مین بڑھتے بڑھتے نوبت جنگ و جدل اور فحش اور پھکڑ تک پہنچ گئی، ...... غرض ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، جس کے مزے صاحب عالم ..... بھی لینے لگے، اور شہر والون کو ایک دل لگی ہاتھ آگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ انشا اپنی طراری، تیزی اور شوخ سے بازی لے گئے، اور مصحفی کو خفت نصیب ہوئی، صاحب عالم کی نظرین اُن کی طرف سے پھر گئین"

طبقات الشعراء مین مرزا سلیمان کے اشعار کے جو نمونے ہین ان مین سے بعض یہ ہین،

کس سے سلیمان پوچھے اس کے مکان کا پتا
واقفِ حال کب کوئی اُسکو ہے بود و باش سے

دو رِ اشک سے کیونکر ہو اپنی چشم تر خالی
جو دریا جوش سے بہتا ہے سو ہوتا ہے کم خالی

بھر آتا ہے دل جب دیکھتے ہین شکل سائل کی
نہیں ہوتا ہے ظرفِ ہمت اہل کرم خالی

تاج شہی کا وارث تو کیون نہو سلیمان
تیمور کا تو پوتا عباس کا نواسا

گلشن بے خزان مین ہے:-

جنازہ تیرے دیوانے کا اس تو تیرے اُٹھا
کہ شورِ نالہ ہر ایک خانۂ زنجیر سے اٹھا

گالیان سیکڑون ہر بات مین اب دینے لگے
دیکھو جھڑتے ہین کیا مونھ سے مرے یار کے پھول

| مرزا فرخندہ بخت جہان شاہ | یہ بھی شاہ عالم کا لڑکا تھا، شاعری مین قمر تخلص رکھتا تھا، قدرت اللہ شوق سنبھلی کا بیان ہے: |

"جوانے بود وجیہ مجمع قابلیت و نیز عالی حوصلہ و خوش سلیقہ قدردان انسان کامل بسیار قابل و خوش تلاش و خوش فکر بودہ، فاما اجلش مہلت نداد"

واقعات اظفری مین ہے:-

"ہر علم و فن خاصکر خوشنویسی اور آداب و حکمت میں سارے تیموری خاندان مین

منتخب تھے، آہ کہ پچیس سال کی عمر میں بعارضہ سرسام دنیا سے چل بسے" (صفحہ ۱۹۲)

اس کے بعض اشعار یہ ہین:-

نہ ہوتا آفتابِ عشق کا جلوہ اگر پیدا
تو کب ہوتا شبِ تاریک سے نورِ نظر پیدا

جلا مت استخوان میری تجھے اے عشق کہتا ہون
ہوا ہے اس نیستان بیچ دل سا شیر نر پیدا

قمر اس بت نے جب سے صندلی پوشاک پہنی ہے
ہوا ہے ایک عالم کو تب ہی سے درد سر پیدا

کوئی تپے پہ نہ آیا مجرمون کے غیر صبر
مفت میزانِ ستم مین ہم گئے قاتل کی تل

اے قمر دلگیر مت ہو کھول دینگے آن میں
حضرتِ مشکل کشا عقدے تری مشکل کے کُل

بہادر شاہ ظفر کے زمانہ مین قلعہ معلّی شعر و شاعری کا ایک گہوارہ تھا، جیسا کہ "آخری شاہانِ تیموریہ کے علمی ذوق" کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے، قلعہ معلّی کے شہزادون مین شاید ہی کوئی ایسا شہزادہ ہوگا، جس کو شعر و شاعری سے لگاؤ نہ رہا ہو، اور وہ مشاعرون مین حصہ نہ لیتا رہا ہو، لیکن اس کی تفصیلات طویل بھی ہین، اور اردو کی بعض مطبوعہ کتابون مین ان کے جستہ جستہ حالات ملتے ہین، اس لئے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہین،

تصحیح گذشتہ مہینہ کے معارف مین دارا شکوہ کے علمی ذوق کے مضمون میں دو مقام پر تسامح ہو گیا ہے، سفینۃ الاولیاء کے ذکر میں یہ سطر "حتی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار مین اس کا حوالہ جا بجا دیا ہے" سہواً ضبط تحریر مین آگئی ہے ناظرین براہِ کرم اس کو قلمزد کردین، دانش کی جو غزل نقل کی گئی ہے، اس کا پہلا مصرع اس طرح ہونا چاہئے،

موسمے آن شد کہ ابر تر چمن پرور شود

تاریخ ملک ارسلان غزنوی

از

جناب غلام مصطفیٰ خان صاحب ایم اے علیگ اسسٹنٹ لکچرر کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی (برار)

(۲)

پہلی جنگ

سنجر دراصل اس زمانہ مین (یعنی ۵۱۰ھ؁ ۱۱۱۶ء) اپنے بھائی سلطان محمد سلجوقی (م ۵۱۱ھ؁ ۱۱۱۷ء) کا نائب تھا، لیکن پھر بھی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے اوس نے ارسلان کے پاس خطوط بھیجے کہ بہرام شاہ کے ساتھ مصالحت کر لی جائے، اور بھائیون کے باہمی جھگڑوں کو ختم کر دیا جائے، لیکن ارسلان نے ایک نہ سُنی[1]، اس کے علاوہ ارسلان نے اپنی والدہ کے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کیا تھا[2]، اس لئے سنجر خود بہرام شاہ کو لیکر حملہ آور ہوا،

ملک ارسلان نے جب سنجر کی روانگی کی خبر سُنی تو بہت گھبرایا، اور ایک ایلچی سلطان

[1] تاریخ بدایونی جلد اول ص ۳۹ طبع کلکتہ، منتخب التواریخ (از محمد یوسف بن رحمت اللہ) ورق الف ۳۱۶ بانکی پور [2] طبقات ناصری کے انگریزی ترجمہ ص ۵ کے حاشیہ پر راورٹی نے لکھا ہے کہ ملک ارسلان نے اپنی ماں سے کہا تھا کہ وہ اپنے رقص سے محظوظ کرے، لیکن یہ بات سمجھ مین نہیں آسکتی، کیونکہ کیسا ہی ناخلف بھی ہو، وہ اپنی حقیقی والدہ سے کم از کم اس زمانہ میں رقص کیلئے حکم نہیں دے سکتا تھا، لیکن چونکہ ہر بات ممکن ہے، اور فرشتہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ ارسلان کے زمانہ میں عتاب الٰہی ہوا اور آسمان سے آگ برسی اسلئے گمان کیا جاسکتا ہے کہ شاید رقص کا واقعہ بھی صحیح ہو،

محمد سلجوقی کے پاس اس سفارش کی غرض سے بھیجا کہ سنجر کو روک دیا جائے، سلطان محمد حالانکہ سنجر کا حقیقی بڑا بھائی تھا، لیکن سنجر کے استقلال ہمت سے مرعوب تھا، اس لئے اُس نے صرف اتنا کیا کہ سنجر کے پاس سفارش ضرور بھیجی لیکن ساتھ ہی ایلچی سے یہ کہہ دیا کہ اگر سنجر روانگی کے لئے بالکل آمادہ ہو تو ہرگز میری سفارش اس تک نہ پہنچانا، ایلچی نے سنجر کی آمادگی دیکھ کر خاموشی اختیار کی[1]،

سنجر تیس ہزار سپاہیون کی فوج لیکر روانہ ہوا، اور مقام نُبست پر حاکم سیستان یعنی تاج الدین اور اوس کے بھائی فخر الدین کی بھی معیت حاصل ہوئی، ادھر ملک ارسلان نے بھی تیاری کی، اور تیس ہزار سوار لاتعداد پیادے اور ایک سو ساٹھ ہاتھی جمع کر لیے[2]، ان ہاتھیون کے متعلق مسعود سعد سلمان نے بھی اشارہ کیا ہے :-

(۱) ملک ملک ارسلان ÷ ساکن روض الجنان (۲) جمع شد از ہر سوے ÷ دولت کوہ روان

(۳) جملہ بر آن ہر کیے ÷ یکا ژدہاے دمان (۴) بر سر ہر پیل مست ÷ نشستہ یک پیلبان[3]

لیکن اس تیاری کے باوجود سنجر کی دھاک اس کے دل مین ایسی بیٹھی ہوئی تھی، کہ ایک مرتبہ پھر اوس نے سنجر کو "اپنانے" کی کوشش کی اور اپنی والدہ "مہد عراق" کو دو لاکھ دینار اور بیشمار تحائف کے ساتھ نُبست کے مقام پر سنجر کے پاس بھیجا، لیکن چونکہ ملک ارسلان نے اپنے بھائیون کو قید یا قتل کر دیا تھا، اور خود اپنی ماں کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا تھا، اس لئے اوس نے سنجر کو غزنین کی طرف روکنے کے بجائے اور زیادہ آمادہ کیا، اس لئے خراسان اور سیستان کی فوجین آگے

[1] منتخب التواریخ (از محمد یوسف) ورق ۳۱۶ الف، فرشتہ ص ۴۹-۵۰، حبیب السیر ص ۲۳ وغیرہ میں یہ تفصیل ہے [2] ابن اثیر (جلد دہم ص ۱۸۰) سے معلوم ہوتا ہے، کہ ارسلان نے ایک لاکھ دینار سنجر کے پاس بھیجے تھے، اور ارسلان کی فوج مین ایک سو بیس ہاتھی تھے اور ہر ہاتھی پر چار سوار تھے

[3] دیوان مسعود سعد سلمان ص ۲۶۵، ۲۶۶،

بڑھیں اور غزنین سے ایک فرسخ پر ایک مقام پر ملک ارسلان کی فوجوں سے مقابلہ ہوا[1] تاج الدین ابوالفضل نے بڑی بہادری دکھائی، اور بہت سے ہاتھیوں کو مار ڈالا، اور پکڑ لیا، پھر تو ارسلان کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور وہ بھاگ نکلیں،

تاج الدین ابوالفضل کے درباری شاعر خواجہ صاعد مستوفی نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے، جسکے بعض اشعار یہ ہیں:-

گفتی از صف کشیدہ پیل دگروہ / کوہ صحرا شد و دشت و صحرا کوہ
سر خرطوم ہر یک از مستی / گہ بلندی گرفت و گہ پستی
تا برآویخت سر ز آب نہنگ / گرد اندر ہوا بصد آہنگ
رفت بر اوج ماہ و زہرہ ہمی / بانگ نائے شنیدہ نرہ ہمی
ملک نیمروز نصر خلف / شدہ پیادہ، درآمد اندر صف
پیش صف باز رفت نیزہ بدست / راہ پیلان بنوک نیزہ ببست
دشنہ در کف، چو شیر در غرید / شکم پیل مست را بدرید
شد ہراسیمہ پیل و گشت ستوہ / اندر آمد ز پائے ہمچو کوہ
لشکر سیستان دلیر شدند / ہر یکے ہمچو نرہ شیر شدند

[1] اس لڑائی کی تاریخ ابن اثیر (جلد دہم ص ۱۷۱) ابو الفداء (جلد دوم ص ۲۳۹) اور ابن خلدون (اردو جلد چہارم دہم ص ۱۳۰) وغیرہ نے ۵۱۰ھ ۱۱۱۶ع میں بتائی ہے، لیکن یہ تاریخ یقیناً غلط ہے، کیونکہ اس سال مسعود سوم کا انتقال ہوا، اس کے بعد ایک سال شیرزاد حاکم رہا، پھر ارسلان نے قبضہ جمایا، اور جیسا کہ آداب الحرب میں ہے، بہرام شاہ ایک مدت تک اس کے بعد سنجر کے دربار میں رہا اسلئے روضۃ الصفا (جلد چہارم ص ۴۷) کی تاریخ ۵۱۱ھ ۱۱۱۶ع اصح ہے مزید یہ کہ ہم عصر شاعر مسعود سعد سلمان نے خود ارسلان کی تخت نشینی ۵۰۹ھ ۱۱۱۶ع میں بتائی ہے

زور بازوے خویش بنمودند / نیزہ و تیغ کار فرمودند
ملک نیمروز کرد آن روز / کارزارے کہ گشت ازان پیروز
خاک میدان ز خون گلستان کرد / وز دلیری و پُردلی آن کرد
کہ نکرد دست رستم دستان / وز ہمہ عمر خویش صد یک آن
آن یل گرز گیر و خصم شکن / آن نریمان نہاد و رستم تن
بخت و اقبال یار او گشتہ / جنگ و پیکار کار او گشتہ
شدہ میدان رزم گلشن او / نکشد کوہ تاب جوشن او[1]

عبدالواسع جبلی (م ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ع) نے اس ممدوح کی مدح میں کئی قصیدے لکھے ہیں، ایک طویل قصیدہ ۵۲ شعروں کا ہے، جو اسی واقعے کے متعلق ہے، مذکورہ بالا اشعار کی طرح چونکہ یہ بھی کمیاب ہیں، اسلئے کچھ انتخاب ہدیۂ ناظرین ہے:-

چہ جرم است این برآوردہ سر از دریائے موج افگن / بکوہ اندر دمان آتش بہ بحر اندر کشان دامن
معاف افروز و عالم سوز شاہ نیمروز آن کس / کہ در ملک است کافی کف و وافی عہد و صافی ظن
ملک بو الفضل نصر ابن خلف فرزانہ تاج الدین / کہ برباید ہمی تاج از سر شیران شیر اوژن
بدان گہ کز سجستان شد سوے غزنین یکے لشکر / ہمہ با دولت خسرو ہمہ با صولت بہمن
ملک تائید، دیو آہن، فلک تاثیر، کوہ آلت / نہنگ آسیب، شیر آفت، ملک آشوب، پیل افگن
دلیرانے کہ از گردون بنوک نیزہ سیارہ / ربودندے چو گنجشکان بمنقار از زمین ارزن
مخالف جنگ را آمد برون با لشکرے دیگر / چو شیران عرین پُردل چو دیوان لعین پُرفن
درآوردہ بہ پیش صف چو گردون ندہ پیلان / کہ گردون شان بوقت کین نیارد گشت پیرامن

[1] تاریخ ابو الخیر خانی ورق ۱۳۶ الف، بانکی پور،

چو کوہ زفت شخص انگر، چو غولِ دشت حیلہ گر — چو بادِ تیز دریا بر، چو سیلِ تند ہامون کن

چو ضرغام دژم جوشان چو عفریتِ حرون کوشان — چو تمساحِ دمان ہایل، چو ثعبانِ سیہ زمین

سپاہے از نژادِ دیو، و تو در جنگِ شان رستم — گروہے بر نہادِ خوک، و تو در جرِّ شان بیژن

قضا در تیغ سیمابی نشاندہ ریزۂ مرجان — اجل بر درعِ زنگاری فشاندہ خردۂ ریون

چنان رفت از کمانِ تو سوے دشمن ہمی ناوک — کہ گاہِ رجم سیارہ ز گردون سوے اہرمین

چو شد راے ہمایونت قرینِ رایتِ اعلیٰ، — شد آثارِ اقبال ظاہر شد اسبابِ ظفر مبین

نگشت از فرِّ تو خستہ ازین خونخوارگان یک کس — نگشت از زخمِ تو رُستہ ازین بیچارگان یک تن

درین رفعت پدید آمد کہ نادر داز بنی آدمؑ — چو اہلِ سیستان ہرگز بردی ایزدِ ذوالمنن

خداوندا اگر ہستم بشخص از خدمتت غایب — زجورِ عالمِ جانی، ز دورِ گنبدِ توسن

مرا جز راست پیوستہ ثناے تو بہر موضع — مرا وِردِ راست ہموارہ دعاے تو بہر مسکن[۵۱]

بہر حال اگر تاج الدین نے اتنی بہادری دکھائی تو یہ کیا کم ہے، کہ ارسلان نے بھی سنجر، تاج الدین اور موخر الذکر کے بھائی فخر الدین جیسے مشہور بہادروں کا مقابلہ کیا،

ملک ارسلان آخر کار ہندوستان کی طرف بھاگ آیا، اور اپنے وائسراے محمد بن ابو حلیم[۵۲]

---

[۵۱] مونس الاحرار ص ۴۰، ۴۳-۴۷، حبیب گنج،

جبلی کا مکمل دیوان بھی حبیب گنج میں موجود ہے، اس کا انتخاب جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں ہے، اور حمیدیہ لائبریری بھوپال کے مجموعۂ کلام متقدمین میں بھی چھوٹا سا انتخاب ہے،

[۵۲] محمد ابن ابو حلیم کے متعلق ابھی تک وضاحت نہیں ہوئی، ایرانی ادیب رشید یاسمی نے مقدمۂ دیوان مسعود سعد سلمان اور اسی دیوان کے صفحہ ۱۵۰ پر لکھا ہے، کہ اس کے خاندان کا پہلا شخص جس کا پتہ ملتا ہے نجم الدین تھا، جو سلطان ابراہیم کے عہد میں جاجرم سے آیا، اور وہ ابو حلیم کا بیٹا تھا، لیکن ابو الفرج رونی

سے فوج جمع کرائی، اُدھر سلطان سنجر وغیرہ کامیابی کے ساتھ ۲۰ شوال ۵۱۰ھ مطابق یکشنبہ ۲۵ فروری ۱۱۱۷ء کو غزنین میں داخل ہوئے، اور چالیس روز تک یعنی جمعہ یکم ذی الحجہ ۵۱۰ھ (۶- اپریل ۱۱۱۷ء) تک وہاں قیام کیا، اور حکم دیدیا، کہ شہر اور اہلِ شہر کو ہرگز کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے، اس دوران میں سنجر نے جشنِ نوروز بھی ۲۱ مارچ (چہارشنبہ- ۱۵ ذی القعدہ) کو منایا ہوگا، پھر سنجر نے بہرام شاہ کو افغانستان کا حاکم مقرر کیا، اس شرط پر کہ موخر الذکر ایک ہزار دینار

(بقیہ حاشیہ ص ۴۵۴) (م ۴۹۰ھ، ۱۰۹۶ء) کے یہ اشعار پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ "ابو حلیم" دراصل کنیت تھی، باپ کا نام نہ تھا:-

بجنگ شیر عرب نجم دین و صدر جہان — چو شاخِ معجزہ ہم اژدہا و ہم خشب است

موافق آمدہ بار اسے طبع کنیتِ او — کہ حلم او کہ قدرت قوی تر از غضب است

(دیوان ابو الفرج ص ۲۷-۲۸)

اے تیغ تو کشیدہ تر از تیغ آفتاب — اے نجم دین واز تو بکفر اندر اضطراب

بیش درنگ حلم تو عاجز بود درنگ — گاہ شتاب جودِ تو دالہ بود شتاب

(دیوان ابو الفرج ص ۲۰-۲۱)

اسکی مدح میں ابو الفرج رونی کے اور قصائد بھی ہیں، مثلاً صفحات ۴۵-۵۱، ۹۹-۱۰۱ وغیرہ پر، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ہندوستان میں سپہ سالار رہا، اس کے بعد اس کا لڑکا زیر (محمد) اسی عہدے پر فائز ہوا:-

زکسبِ جاہ پدر شاد باد و برخوردار — زریر نجم سپہ پرورے سپہ سالار

ہنوز رایتِ منصورِ او بظاہرِ سند — رسید ہیبتِ شمشیرِ او بدریا بار،

نظامِ دولتِ محمودیان ملک مسعود — کہ اختیارِ خدایست و انتخاب تبار،

کراست از ہمہ شاہانِ خسروانِ جہان — چنین سپہبدِ رزم آزما و نیزہ گزار

(دیوان ابو الفرج ص ۴۷-۴۸)

ابو حلیم نجم الدین کا یہی لڑکا محمد سپہ سالار ہند مقرر ہوا، اور صرف یہی دو شخص ہندوستان میں

روزادا کرے، اسی مقصد کے لئے ایک "عامل" بھی مقرر کیا گیا، کہ وہ یہ خراج وصول کرتا رہے،

ابن اثیر (جلد دہم ص ۱۱۱) اور حدیقۃ الصفا، (ورق ب نمبر ۲۲۹ بانکی پور) سے معلوم ہوتا ہے کہ سنجر کو جو دولت غزنین میں ہاتھ آئی، اُس میں بیش بہا چیزون کے علاوہ پانچ تاج بھی ملے جن میں ہر ایک کی قیمت ایک ہزار دینار سے زائد تھی، سترہ تخت سونے چاندی کے ملے، اور تیرہ سودگر شاہانہ اسباب حاصل ہوا، ابن خلدون (جلد چہارم ص ۱۳۲) سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسی دولت کی ہوس کی وجہ سے سنجر کے وزیر ابوجعفر محمد بن فخر الملک بن نظام الملک کو قتل کیا گیا تھا،

بہرام شاہ کی اس تخت نشینی کے وقت سید حسن غزنوی (م ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء) نے ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:-

منادی برآمد ز ہفت آسمان — کہ بہرام شاہ است شاہ جہان [۲]

(بقیہ حاشیہ ص ۴۵۵) سپہ سالار مقرر ہوے تھے، محمد کے والد کے متعلق اسی لئے بہرام شاہ نے یہان ہندوستان مین اس سے کہا تھا، "بازگرد و خود را بدنام مکن کہ پدرت این دولت را از خدمت ہاے پسندیدہ دارد و فراخور آن خدمت ہا تربیتہا یافتہ است، از روان او شرم می دارم ...." (آداب الحرب ص ۴۶) اس کے اور رشتہ دارون کے متعلق مسعود سعد سلمان کے دیوان (صفحات ۲۳۲، ۳۸ وغیرہ) میں بیان ہے، آداب الحرب ص ۵۰ پر ایک نوٹ پرنسپل محمد شفیع نے بھی لکھا ہے، [۱] محمد عوفی (تاریخ ایلیٹ جلد دوم ص ۱۹۹) نے چہار شنبہ ۱۴ شوال ۵۱۱ھ / ۱۱۱۷ء تاریخ بتائی ہے، جو یقیناً غلط ہے، کیونکہ ۱۴ شوال کو اس سال جمعہ تھا، چہار شنبہ نہ تھا، مزید بحث آگے آئیگی، ایلیٹ نے روضۃ الصفا (جلد چہارم ص ۹۰) کی تاریخ صحیح سمجھی ہے [۱] راحت الصدور ص ۱۶۸ [۲] میں اس شاعر پر کام کر رہا ہون، اس کے کلام کے میرے پاس ۸ نسخے ہین، لیکن ایسا کوئی قصیدہ نہیں ہے، جس کا یہ مطلع ہو، تاریخون نے مثلاً فرشتہ، طبقات ناصری وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے، راورٹی نے ص ۱۱۱ کے حاشیہ پر بہرام شاہ کے سکہ کا ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہی شعر اس پر کندہ تھا، اگر یہ واقعہ ہے، تو گویا اس شاعر کو بہت بڑی شہرت حاصل تھی،

پھر سنجر واپس خراسان چلا گیا، اور بہرام شاہ کو غزنین مین چھوڑ گیا،

دوسری جنگ جب سنجر کی روانگی کی خبر ملک ارسلان نے سُنی تو وہ ہندوستانی فوج لیکر غزنین کی طرف بڑھا، بہرام شاہ مین مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے وہ غزنین سے بھاگ کر قلعۂ بامیان (غزنین کے شمال و مغرب) مین چھپ گیا، یہ زمانہ یقیناً ۵۱۱ھ / ۱۱۱۷ء کا ہوگا، کیونکہ ہم دیکھ چکے ہین، کہ ۵۱۰ھ / ۱۱۱۷ء کے ذی الحجہ (اپریل) تک تو سنجر غزنین ہی مین تھا، اور ملک ارسلان کا یہ حملہ اوس کے بعد ہوا،

بہرام شاہ نے پھر سنجر سے مدد کی درخواست کی، سنجر نے بلخ سے ایک فوج بھیجی [۱]، ملک ارسلان اب ہندی فوج کو لیکر کیا مقابلہ کرسکتا، اس لئے پھر منہ کی کھائی اور بھاگا، سنجر کی فوج نے اسکا پیچھا کیا، اور شکران [۲] کی پہاڑیون کے پاس اُسے پکڑ لیا، اور بہرام شاہ کے حوالہ کر دیا،

ملک ارسلان کی اس دوسری جنگ کے متعلق ہم کچھ مفید باتین مسعود سعد سلمان کے ان چند اشعار سے حاصل کرسکتے ہین:-

اے بت لبت ملیست کہ انرا خمار نیست — وے مہ رخت گلیست کہ رستہ ز خار نیست

سرو و چنار باران در ہر چمن ولیک — با حسن و زیب قد تو سرو و چنار نیست

اے قندھار گشتہ ز تو جایگاہ تو — واللہ کہ بتے چو تو در قندھار نیست

سلطان یمین دولت بہرام شاہ کوست — شاہے کہ در زمانہ ز شاہانش یار نیست

دل در شکار شیر ببند از برای آنک — یک شیر نر ز بیم تو در مرغزار نیست

گرگہ گہے بچوگان بازی روا بود — گرچہ ز برف روے زمین آشکار نیست

[۱] محمد عوفی (تاریخ ایلیٹ - جلد دوم ص ۱۹۹) نے لکھا ہے، کہ بہرام شاہ بھی بلخ کو بھاگ گیا تھا،

[۲] ایضاً

اے پیشوائے وقبلۂ خود امیدوار باش   کز عمر خویش دشمنت امیدوار نیست

پیرار و پار بندہ ز جان نا امید بود   و امسال حال بندہ چو پیرار و پار نیست[1]

ان اشعار سے یہ چند باتین حاصل ہوتی ہین :

(۱) آخری شعر مین "پیرار و پار" سے ضرور ملک ارسلان کے عہد کے متعلق اشارہ کیا گیا ہی، کیونکہ وہ بہرام شاہ کا دشمن تھا، اور بہرام شاہ کی مدح مین اس عہد کی برائی کرنا ایک قصیدہ گو کے لئے ضروری تھا، چونکہ ارسلان ۵۰۹ھ (۱۱۱۶ء) مین تخت نشین ہوا تھا، اس لئے "پیرار" سے مراد ۵۰۹ھ (۱۱۱۶ء) ہے، "پار" ۵۱۰ھ (۱۷-۱۱۱۶ء) ہوا تو یقیناً "امسال" ۵۱۱ھ (۱۸-۱۱۱۷ء) ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ قصیدہ ملک ارسلان کی دوسری شکست کے بعد لکھا گیا، جب کہ وہ نا امید ہو چکا تھا، اسی کی طرف شعر نمبر ۲ مین بھی اشارہ ہی،

(۲) لفظ ارسلان کے معنی ترکی مین شیر کے ہین، اسلئے پانچوین شعر مین اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، حضرت سنائی (م ۵۴۵ھ ۱۱۵۰ء) نے بھی اسی "شیر" کے متعلق ذیل کے ساتوین شعر مین اشارہ کیا ہے اور اس کے قتل کا ذکر بھی چوتھے شعر مین کیا ہے :

ہر کہ جست اندرین ولایت صدر   از سر جہل بود نز سر قدر

بود باغی زبغی فسق و نساد   چون بقایائے قوم ہود و عاد

شد ز بس خون کہ ریخت از سر شوم   گوئی یاقوت شد زمین از خون

کرد خصم بے آب را در خواب   سرش از تن جدا چو کوزۂ آب

ہمہ جہال دہر دانند این   جملۂ غافلان شناسند این

کہ نزید برائے ملک و خطاب   خرس بر تخت و خوک در محراب

اندران جنگ و شمن خصمانش   صورت شیر بود و شاد روانش

---

[1] دیوان مسعود سعد سلمان ص ۴۵،

تشنہ ماندہ زبان دشمن او   جان او خشم کردہ با تن او

پیش بہرام شاہ بن مسعود   ظفر و فتح در رکوع و سجود[1]

(۳) مسعود سعد سلمان کے مذکورۂ بالا چھٹے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ (ملک ارسلان کی دوسری شکست کے بعد) موسم سرما مین لکھا گیا یعنی یہ دوسری شکست ضرور ۵۱۱ھ کے موسم سرما (یعنی ۲۱ دسمبر ۱۱۱۷ء – ۲۰ مارچ ۱۱۱۸ء) کے پہلے ہو چکی تھی، لیکن تیسرے شعر مین قندھار محض استعارۃً معلوم ہوتا ہی، کیونکہ اس شہر کی خوبصورتی اور اس "بتکدۂ خوبان" کے متعلق اسی دیوان کے صفحات ۲۰۵-۴۳۸ اور ۴۹۵ پر بھی استعارے پائے جاتے ہین،

ملک ارسلان کی وفات | سنجر کی فوج نے جب ارسلان کو بہرام شاہ کے حوالہ کر دیا، تو اوس نے کچھ عرصہ تک تو ضرور قید مین رکھا، لیکن پھر ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) مین رہا کر دیا، ارسلان نے اپنی اس آزادی کو غنیمت سمجھ کر پھر ہاتھ پاؤن مارنے کی کوشش کی، جس پر بہرام شاہ نے اُسے جمادی الآخر ۵۱۲ھ (مطابق ستمبر ۱۱۱۸ء) مین قتل کر دیا، اور وہین غزنین مین اپنے والد مسعود سوم کی قبر کے پاس دفن کر دیا[2]، افسوس کہ غزنین مین ان قبرون مین سے اب کسی کا پتہ نہین ملتا، نظامی عروضی تو پہلے ہی کہہ چکے تھے :

بسا کاخا کہ محمودش بنا کرد   کہ از رفعت ہمی با مہ مرا کرد

نہ بینی زان ہمہ یک خشت بر پائے   مدیح عنصری ماندہ است بر جائے

---

[1] حدیقہ سنائی، طبع لکھنؤ ص ۶۶۳-۶۶۶ [2] اس تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ابن اثیر (جلد دہم ص ۱۹۶) ابو الفداء (جلد دوم ص ۲۳۵) وغیرہ، راورٹی نے اپنے ترجمہ کے ص ۱۰۹ کے حاشیہ نمبر ۵ پر ارسلان کی بدنیتی کے متعلق لکھا ہے، اُسی صفحہ کے حاشیہ نمبر ۶ پر یہ لکھا ہی، کہ ارسلان نے شاد آباد مین شوال ۵۱۱ھ مین انتقال کیا، (یعنی قتل نہین ہوا) ارسلان کے تاج، چتر اور علم وغیرہ کے متعلق ان شاء اللہ تاریخ بہرام شاہ کے سلسلہ مین ذکر آئے گا، جس مین غزنوی بادشاہون کی ان چیزون کے متعلق مفصل بحث ہو گی،

تلخیص تبصرہ

خانانِ قرم (کریمیہ)

۸۲۲ھ سے ۱۱۹۷ھ تک
۱۴۲۰ء سے ۱۷۸۳ء تک

(بسلسلہ گذشتہ)

(ج) توقاتیمور کا سلسلہ، توقاتیمور کے حصہ مین بلغاریہ عظمی کے قبائل آئے تھے، بعد کو قرم اور کفہ کے قبائل بھی محکوم ہو گئے، توقاتیمور کی اولاد سے کبھی کبھی سیراوردہ کے خان بھی ہوئے، آخر کار توقاتیمور کی اولاد سے قازان قاسموف اور قرم کے خانان بھی ہوئے[۱]، توقاتیمور جوجی خان کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا، توقاتیمور کے محکوم وہ قبیلے تھے، جن کا تعلق سیراوردہ کے دست چپ والے بازو سے تھا، لیکن توقاتیمور کے ڈیرے خیمے دریاے اتیل (وولگا) کے بالائی مرکز گاہ سے ملحق علاقون مین لگائے جاتے تھے، ان علاقون مین بلغاریہ عظمی کا بڑا حصہ آجاتا تھا، اس شاخ کے ابتدائی مقامات جہان وہ اپنے ڈیرے ڈالتے تھے نہیں معلوم، باتوخان کی اولاد سے چوتھے خانِ سیراوردہ منگوتیمور نے توقاتیمور کے بیٹے یورنگ تیمور کو جزیرہ نماے قرم اور کفہ دے دئیے تھے، غرض اس طرح یورنگ تیمور کا خاندان باتو کی خانیت کے شمال اور جنوب مین آباد ہو گیا، چنانچہ جب باتوخان کے خاندان مین تخت سیراوردا کے لئے نزاع اٹھی تو توقاتیمور کے گھرانے والے بھی اس مین مداخلت کرنے لگے، ہم دیکھ چکے ہین، کہ سیراوردہ کی خانیت مین جب خزیف خاتون کا عمل دخل ہوا ہے، تو توقاتیمور کی اولاد سے تین شخص

۱؎ دیکھو ہوورتھ کی تاریخ مغول صفحات ۱۵۸-۲۱۶-۲۹۴، ۳۶۳، ۶۲۶، ۱۰۶۴، ۱۰۷۵، ۱۱۰۷

(یعنی کلدی بیگ عزیز شیخ اور حسن) سیراوردا کے خان ہوئے، لیکن توقاتیمور کی شاخ کو شہرت اس وقت ہوئی جب کہ امیر تیمور گورگان کے حملہ کے بعد سیراوردا کی خانیت معرض زوال میں آئی، تو توقاتیمور کی اولاد میں ایک شخص الغ محمد جس نے بوراق کے بعد خانیت بزرگ یعنی سیراوردا پر قبضہ کر لیا تھا، اوس نے ۱۴۳۶ء میں اپنے پرانے مقبوضہ ملک یعنی بلغاریہ عظمی کی طرف مراجعت کی، اور یہان اوس نے اپنے بزرگون کی خانیت کو خانیت قازان کے نام سے زندہ کیا، خانیت قازان کو جنوب مین خانیت سیراوردا سے خوف نہ تھا، اب خانیت قازان سلطنت روس کی آنکھون میں خار بن کر کھٹکنے لگی، بہرکیف جب خان قازان محمد امین کا انتقال ۱۵۱۹ء مین ہو گیا، تو بانی سلطنت قازان کا اقبال بھی رخصت ہوا، اب قرم قاسموف، استراخان، اور دیگر مغل ریاستہاے اسلامی سے لوگ بلائے جا کر قازان مین خان مقرر کئے جانے لگے، یہ واقعہ ۱۵۵۲ء مین پیش آیا، جب الغ محمد کو اسکے بیٹے محمود ک نے قتل کر دیا، تو اوس کے باقی بیٹے بھاگ کر روس چلے گئے، اور کچھ دنون روسی فوج مین خدمت کرتے رہے، انھین سے ایک کو جس کا نام قاسم تھا، روسیون نے علاقہ گورودیز مین ایک شہر جو دریاے اوکہ پر واقع تھا، مع اوس کے علاقے کے تفویض کیا، گورودیز کا علاقہ صوبہ ریازان مین تھا، اس قاسم نے جو شہر اوسے تفویض ہوا تھا، اس کا نام اپنے نام پر قاسموف رکھا، اور سال کے خانان خانانِ قاسموف کے نام سے مشہور ہوے، روسیون نے قاسم کو جو یہ شہر دیا تھا، تو اس سے ان کی نیت یہ تھی، کہ قازان کی خانیت مین انہین بڑا اقتدار حاصل تھا، اگر کوئی خرخشہ اٹھے تو خان قاسموف کی معرفت اپنا کوئی مطلب نکالین چنانچہ جب الغ محمد کی اولاد باقی نہ رہی، تو اسی قاسم کی اولاد سے دو خان قازان مین ہوئے، خانیت قاسموف آزاد مطلق نہ تھی، چنانچہ ۱۶۷۸ء میں وہ روسی سلطنت میں شامل کر لی گئی،

توقاتیمور سے جو تین خانیتیں قائم ہوئین، (یعنی خانیت قاسموف، خانیت قازان اور خانیت قرم) ان سب میں قرم کی خانیت کو سب سے زیادہ اقتدار حاصل ہوا، الغ محمد کا ایک بھائی تاش تیمور تھا ایک زمانہ مین یہ توقتامیش کے سپہ سالارون میں تھا، اور یہی شخص بانی ہوا خانانِ قرم کے مقتدر صاحب حکومت

خاندان کا، اور اس کا فرزند حاجی گیرائی قرم کا پہلا خان بالعموم تسلیم کیا گیا ہے، دولِ یورپ کے "مشرقی سوال" میں خانیتِ قرم ایک زبردست مسئلہ رہا ہے، اوسے ٹرکی کا ایک دور کا قلعہ اور روسیون کا طرفدار سمجھ کر ٹرکی اور روس دونون نے اسی ایک اہم چیز سمجھا، آخر کار اِن تکلیف دہ ہمسایون کے متعلق روس اور ٹرکی مین باہم سمجھوتا ہوگیا، اور ۱۷۸۳ء کے عہدنامہ کے بموجب قرم کی خانیت کا چراغ گل کر دیا گیا، ان ہی زبردست خانون مین ایک خان جس کا نام سلطان قرم گیرائی تھا، اپنا ملک چھوڑ کر اسکاٹ لینڈ کے شہر ایڈن برا مین آباد ہوگیا، اور ایک اسکاٹش لیڈی سے اوس نے اپنی شادی کر لی،

خانانِ قرم کے نامون کی فہرست اور ان کی حکومت کے زمانے یہ ہین، حاجی گیرائی (۸۲۳ھ/۱۴۲۰ء) نور دولت (۸۷۱ھ/۱۴۶۶ء) منگلی گیرائی (۸۷۱ھ/۱۴۶۹ء) نور دولت (بار دیگر ۸۷۸ھ/۱۴۷۴ء) جانی بیگ گیرائی اول (۸۸۳ھ/۱۴۷۷ء) منگلی گیرائی (بار دیگر ۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء) محمد گیرائی اول (۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء) غازی گیرائی اول (۹۲۹ھ/۱۵۲۳ء) سعادت گیرائی اول (۹۲۹ھ/۱۵۲۳ء) اسلام گیرائی اول (۹۳۸ھ/۱۵۳۲ء) صاحب گیرائی اول (۹۳۸ھ/۱۵۳۲ء) دولت گیرائی اول (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء) محمد گیرائی ثانی (۹۸۵ھ/۱۵۷۷ء) اسلام گیرائی ثانی (۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) غازی گیرائی ثانی (۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء) فتح گیرائی بار دیگر (۱۰۰۲ھ/۱۵۹۴ء) سلامت گیرائی (۱۰۱۶ھ/۱۶۰۸ء) جانی بیگ گیرائی ثانی (۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء) محمد گیرائی ثالث (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء) جانی بیگ ثانی (بار دیگر خان ہوتا ہے) (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۲ء) عنایت گیرائی (۱۰۴۵ھ/۱۶۳۸ء) بہادر گیرائی (۱۰۴۸ھ/۱۶۴۲ء) محمد گیرائی رابع (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۴ء) اسلام گیرائی ثالث (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) محمد رابع (بار دیگر) (۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴ء) عادل گیرائی (۱۰۷۵ھ/۱۶۶۵ء) سلیم گیرائی اول (۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء) مراد گیرائی (۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء) حاجی گیرائی ثانی (۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء) سلیم گیرائی اول (بار دیگر) (۱۰۹۵ھ/۱۶۸۴ء) سعادت گیرائی ثانی (۱۱۰۲ھ/۱۶۹۱ء) صفا گیرائی (۱۱۰۲ھ/۱۶۹۱ء) سلیم اول (پھر خان ہوتا ہے) (۱۱۰۳ھ/۱۶۹۲ء) دولت گیرائی ثانی (۱۱۰۹ھ/۱۶۹۸ء) سلیم اول (تیسری بار خان ہوتا ہے) (۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) غازی گیرائی ثالث (۱۱۱۶ھ/۱۷۰۵ء) کپلان گیرائی اول (۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) دولت گیرائی (بار دیگر) (۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) کپلان (بار دیگر) (۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء) قرا دولت گیرائی (۱۱۲۶ھ/۱۷۱۵ء) سعادت گیرائی ثالث (۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء)

منگلی گیرائی ثانی (۱۱۳۶ھ/۱۷۲۴ء) کپلان اول (تیسری مرتبہ خان ہوتا ہے) (۱۱۴۲ھ/۱۷۳۰ء) فتح گیرائی ثانی (۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء) منگلی ثانی (بار دیگر) (۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) سلامت گیرائی ثانی (۱۱۵۳ھ/۱۷۳۹ء) سلیم گیرائی ثانی (۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء) ارسلان گیرائی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) حالم گیرائی (۱۱۶۸ھ/۱۷۵۵ء) قرم گیرائی (۱۱۷۱ھ/۱۷۵۸ء) سلیم گیرائی ثالث (۱۱۷۷ھ/۱۷۶۴ء) ارسلان گیرائی (بار ثانی) (۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء) مقصود گیرائی (۱۱۸۱ھ/۱۷۶۷ء) قرم گیرائی (بار دیگر) (۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء) دولت گیرائی (بار دیگر) (۱۱۸۲ھ/۱۷۷۰ء) کپلان گیرائی ثانی (۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء) سلیم ثالث (بار دیگر) (۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء) مقصود گیرائی ثانی (بار دیگر) (۱۱۸۵ھ/۱۷۷۲ء) صاحب گیرائی ثانی (بار دیگر) (۱۱۸۵ھ/۱۷۷۵ء) دولت گیرائی ثالث (بار دیگر) (۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء) شاہین گیرائی (۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء)

اس کے بعد قرم روس کو تفویض کر دیا گیا،

(د) شیبان کا سلسلہ، شیبان کے محکوم قبائل وہ تھے، جو دریاے یاتی (یورال) اور دریاے چو کی درمیانی زمینون مین خانہ بدوش رہتے تھے، شیبان کی اولاد مین سے کبھی کبھی سیر اردا کے خان بھی ہوئے تھے، اور ان مین سے ذاران یا خانانِ تیومن بھی ہوئے، (۱۲۲۶ء–۱۶۵۹ء) ان ہی سے خانانِ بخارا (۱۵۰۰ء–۱۵۹۸ء) اور خانانِ خیوہ (۱۵۱۵ء سے ۱۸۶۷ء تک) ہوئے،

جب باتو بیرجوجی نے ملک ہنگاریہ (ہنگری) پر فوجکشی کی، تو اس کا بھائی شیبان ساتھ تھا، شیبان نے ایسے ایسے بہادری کے کام کئے، کہ باتو نے خوش ہوکر اوسے ہنگری کا بادشاہ بنا دیا، اور اس کے ساتھ چند قبائل بھی اوسے عنایت کئے، جو اوردا کی خانیت کے شمال میں خانہ بدوش رہتے تھے، شیبان کا دستور یہ تھا، کہ موسمِ گرما مین وہ اپنے ڈیرے یورال کے پہاڑی سلسلے سے دریاے ٹیک اور دریاے ارغیز تک کی زمینون مین نصب کرتا تھا، اور موسمِ سرما مین ان زمینون پر اپنے خیمے لگاتا تھا، جو دریاے سیحون (سیر دریا) دریاے چو اور دریاے ساری سو سے سیراب ہوتی تھین، (یہ کل دریا ایشیا کے نقشے مین ملتے ہین، کوئی صاحب اگر ان زمینون کی وسعت کا اندازہ کرنا چاہین، تو

وہ نقشے سے کر سکتے ہین) شیبان سے چھٹی پشت مین منگو تیمور خان ہوا، یہ ہمعصر تھا سیراوردا کے خان ازبگ کے اور اسی ازبگ خان کے نام کی رعایت سے شیبان کے محکوم قبائل بھی اپنے کو ازبک کہنے لگے، اور اُس وقت سے آجتک یہ ایک مشہور نام چلا آتا ہے، جب باتو کی اولاد سیراوردا مین خان بنائے جانے کو نہ رہی، تو شیبان کی اولاد سے کئی خان سیراوردا میں ہوئے اور حریف خاندانون کے دوسرے طبقہ مین بھی توقتامیش کے زوال کے بعد خاندان شیبان کی نشانی غالبا بدولتی خان اور سید احمد مین نظر آتی ہی،

شیبان کا اصل سلسلہ اپنے ابتدائی خیمہ گاہون مین زاران تیومن کے نام سے حکومت کرتا رہا، اور وسیع ملک سائبیریا کے بڑے حصہ پر ان ہی زاران تیومن کا حکم چلتا تھا، زاران تیومن سنہ ۱۶۵۹ء تک صاحب حکومت رہے، پھر قلیماق کے قبیلون نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا، مگر اس قبضہ سے کچھ پہلے انکی حکومت مین ضعف آچکا تھا،

مگر زاران تیومن سے کہین بڑھکر ان شاخون کو اقتدار حاصل تھا، جن کی اصل پولاد پسر منگو تیمور سے تھی، جو ایک وقت میں سیراوردا کا خان تھا، پولاد خان کے دو بیٹے یعنی ابراہیم اور عرب شاہ تھے، اس مین سے ایک خانان بخارا، اور دوسرا خانان خیوہ یا خوارزم کا مورث اعلیٰ تھا،

خانیت بخارا کا بانی فی الواقع محمد شیبان ہوا، جو پوتا تھا ابوالخیر خان کا، اور ابوالخیر خان خود پوتا تھا ابراہیم خان کا، خانیت بخارا کی ابتدا سنہ ۱۵۰۰ء میں ہوئی، اور اب تک یعنی سنہ ۱۸۹۴ء تک چلی جاتی ہے، گو سنہ ۱۸۶۸ء میں جنرل کوفمان نے اوسے روسی سلطنت کا ماتحت بنا دیا تھا، عرب شاہ جو خانیت خیوہ (یا خوارزم) کا بانی ہوا، گو وہ سیراوردا کا خان نہین ہوا تھا، مگر توقتامیش کے حملہ سے پہلے اوس نے قپچاق مین اپنا سکہ مضروب کیا تھا، اور اس سے ساتوین پشت مین ایلبرس خان نے زبردستی ماوراءالنہر پر اپنا قبضہ کر لیا، اور اس کے قرب وجوار کے ملکون پر تصرف

کیا، یہ واقعہ شیبان خان کے مرنے کے بعد پیش آیا، یہ زمانہ غالباً سنہ ۱۵۱۵ء تھا، اس کی اولاد اب تک خانان خیوہ کہلاتی ہے، مگر سنہ ۱۸۷۳ء سے وہ سلطنت روس کے تابع ہو گئے ہین، امیر گورگان کی سلطنت کے ویرانے پر جو خانیتن قائم ہوئین ان کا ذکر بعد کو آئے گا،

یہان یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جوجی خان کا ایک فرزند تیول بھی تھا، یہ تیول قبائل ترچ نیک کا جو جنوبی روس مین دریائے بگ کے علاقوں میں ڈیرے ڈالتے تھے، سردار تھا، (دریائے بگ روس کے علاقہ یوکرین کا ایک دریا ہے) اور قبائل ترچ نیک مین سے ایک شخص دادا تھا توغائی کا، توغائی خانیت سیراوردا کے معاملات مین بہت دخل دیتے تھے، لیکن بعد کو ترچ نیک قرقغ خان سے لڑ پڑے، اور نتیجہ یہ ہوا، کہ ترچ نیک ملک بدر کر دیئے گئے، ان کے ساتھ وہ قبیلے بھی تھے، جنھون نے دریائے وولگا (اتیل) کے پار اپنا نام توغائی رکھ لیا تھا، اور دریائے یائق (یورال) اور دریائے ییبہ کی درمیانی زمینون مین اپنی بستیان بسالی تھیں، ان قبیلون کی تاریخ بہت جستہ جستہ ملتی ہے، ان کی حالت اکثر خانہ بدوشانہ اور صحرا گردی کی تھی،

یوگوسلاویہ کے مسلمان

یوگوسلاویہ مین مسلمانون کی آبادی پندرہ لاکھ سے بھی زیادہ ہے، یہ زیادہ تر بوسنیا، ہرزگوینا کے علاقون اور سربیا کے حصون مین آباد ہین، یہ سب سلاوی نسل سے ہین، جنھون نے اسلام قبول کر لیا ہے، ان زندہ اور ترقی یافتہ مسلمانون کے حالات بہت کم پردۂ عام پر آتے ہین، موجودہ جنگ مین بھی ان کے کارنامے بہت نمایان ہین،

اکثر لوگون کو حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان یورپ کے قلب مین کیسے جڑ پکڑ گئے، یون تو اسکی تاریخ ترک سلاطین کی مہمات یورپ سے ہوتی ہے، جب سنہ ۱۳۸۹ء مین انھون نے سربیا کے

شاہزادہ کوسو (Kossovo) کو شکست دی تھی، لیکن اس سے بہت پہلے جنوبی سربیا مین ترکی اور دوسرے مسلمان آباد ہو چکے تھے، جب ترکون نے اس ملک کو فتح کیا، تو یہان بہت سی اصلاحیں جاری کین، اور یہان کے مسلمانون کو اہم عہدون پر مقرر کیا، اور البانیا سے بہت سے مسلمانون کو لاکر سربیا کے علاقہ مین پولیس کی خدمت پر مامور کیا، اور خاص مراعات عطا کین، اس طرح آہستہ آہستہ سربی اسلام کا کلمہ پڑھنے لگے، اور جنوبی سربیا کا علاقہ مسلمان ہو گیا،

بوسنیا کی کہانی اس سے مختلف ہے، قرونِ وسطیٰ میں مشرقی کلیسا، اور مغربی کیتھولک طاقتون کے درمیان سخت اختلاف تھا، اور یہ دونون بوسنیا پر اپنا اپنا اثر ڈال رہے تھے، لیکن ان لوگون نے (Bogomils) کے عقیدہ کو مان لیا، اس پر عیسائی کلیسا نے ان پر بے دینی کا فتویٰ صادر کر دیا، اور مذہبی جنگون کا سلسلہ شروع ہو گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بوسنیا کے زمیندار بہت آسانی سے اسلام کے حلقہ مین آگئے، کیونکہ ان کے اور مسلمانون کے عقائد بہت کچھ ملتے جلتے تھے، وہ مسلمان تو ہو گئے، لیکن انھون نے قومیت نہین بدلی، اور اپنی زبان، روایات، شاعری، موسیقی اور اپنے فنون لطیفہ ہر چیز کو محفوظ رکھا،

ترکون نے بوسنیا پر چار صدی سے زیادہ حکومت کی، لیکن یہان کے مسلمانون کی آزادی مین کوئی فرق نہین آیا، ایک زمانہ تک سلطان کے نمایندون کے اختیارات بہت محدود تھے، وہ شہر سراجوو (Serajovo) مین صرف ایک مرتبہ داخل ہو سکتے تھے، اور چوبیس گھنٹون سے زیادہ قیام نہین کر سکتے تھے اور بوسنیا سلطنت عثمانیہ کا ایک آزاد صوبہ بن گیا تھا، سلاطین ترک کے بعض نامور سپاہی اور مدبرین یہین کے باشندے تھے،

اہل بوسنیا حد سے زیادہ حریت پسند واقع ہوئے ہین، اس کا ثبوت سنہ ۱۸۳۱ء کے اس واقعہ سے ملتا ہے، کہ جب سلطان محمد نے بوسنیا مین ایک نیا نظام قائم کرنے، اور ملک اور فوج

کو از سر نو ترتیب دینے کا ارادہ کیا تو بوسنیا کے مسلمانون نے اس کو گوارا نہ کیا، اور اپنی آزادی برقرار رکھی،

بوسنیا کے سپاہی ایسے جوان مرد اور بہادر تھے، کہ سلطنت عثمانیہ نے ہمیشہ ان پر ناز کیا، جب وئنا پر چڑھائی کر رہے تھے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند منٹون میں اس شہر کی قسمت کا فیصلہ کر دین گے، یہی وہ یورپی مسلمان ہین، جنھون نے ترکون کے ساتھ نصف یورپ تک ہلالی جھنڈا پہنچا دیا، میدان جنگ مین وہ غیر معمولی جوہر دکھلائے کہ یورپ کے جنگ جو سپاہیون مین کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکا،

سراجوو (Serajovo) بوسنیا کا نہایت ہی خوبصورت شہر ہے، سنہ ۱۹۱۴ء مین سیاسی دنیا کی نگاہین اس پر پڑ رہی تھین، یہ اسلامی بوسنیا کا دار السلطنت ہونے کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ سلاوی مسلمانون کی تمدنی زندگی کا مرکز بھی ہے، اس لئے یہ شہر انھیں بہت عزیز ہے، اور یورپ کے قلب مین مشرق کا نمونہ ہے، دریاے ملجاکا کے دونون جانب سبز وادیان ہین ان ہی سبز وادیون کے آغوش مین یہ شہر آباد ہے، اس کے مشرقی بازار، اس کی تپلی تپلی گلیان، اس کے سیکڑون چمکیلے مینارے، دریا کے کنارون پر اس کے خوبصورت باغات ایسی دلکش تصویرین ہین، جو ذہن و دماغ سے مٹ نہین سکتین،

لیکن اتنے ترقی یافتہ ہونے کے باوجود وہ اسلام پر سختی سے قائم ہین، ان کی عورتین اب بھی چہرے پر نقاب (اور سر پر ایک قسم کی اوڑھنی ڈالتی ہین؛ ان کا لباس سر سے پیر تک پورے جسم کو چھپائے رہتا ہے، مرد یا ترکی ٹوپی پہنتے یا سرخ پگڑی باندھتے ہین، چھوٹی بچیان ڈھیلا ڈھالا پائجامہ پہنتی ہین، وہ چھوٹے چھوٹے مکانات میں رہتے ہین، جن کا بالائی حصہ مینارون کی طرح ہوتا ہے، اور کھڑکیون کے دروازے لکڑی کے ہوتے ہین، کہ باہر سے بے پردگی نہ ہو،

سراجو کے بازار مین سڑک کے کنارے زین ساز، ظروف ساز، بڑھئی موچی اور بساطی اپنی

دکانیں پھیلائے بیٹھے رہتے ہیں، اکثر برقعہ پوش عورتیں بھی برتن بیچتی ہیں، ان دو کانوں میں قسم
قسم کی چیزیں بکتی ہیں، قدیم اسلامی طرز کی پیتل کی صراحیاں اور مٹھائیاں پھلوں کے مربے، نگین
کشیدہ کاری کے نمونے، بھیڑ کا بھنا ہوا گوشت، یہ چیزیں بڑی مقدار میں بکتی ہیں،

قہوہ خانوں میں ایک ہجوم ہوتا ہے، جہاں لوگ لذیذ ترکی قہوہ پی پی کر تازہ خبروں پر رائے زنی
کرتے، اور سگریٹ پیتے ہیں، جاجسے (مخصوص اسلامی طرز کا ایک شہر) کی ترکی سراؤں میں امیر و
غریب سب ہی قسم کے لوگ آتے اور کھاتے پیتے ہیں، یہاں کے مرد چمکیلے لباس پسند کرتے ہیں، اور
عورتیں بلوزوں میں چاندی کے سکے ٹانکتی ہیں، لیکن یہاں کے بازار سراجو کے مقابلہ میں گندے ہیں، یہاں
پیاز، مسالوں، پنیر اور کاجک کی عجیب قسم کی ملی جلی بو سارے بازار میں پھیلی رہتی ہے، یہ چیزیں بوسینا
کے پہاڑی علاقوں سے لائی جاتی ہیں،

یہاں کی ایک اور خاص اور نمایاں چیز یہ ہے، کہ ہر ترکی قہوہ خانے کے پاس ایک مغنی ہاتھ میں
بربط لئے اپنے آباواجداد کے کارناموں، لیٹروں کی کہانیوں اور بیگ اور پاشاؤں کی بہادری
کی داستانوں کے راگ الاپا کرتا ہے، جس کو لوگ بہت توجہ اور شوق سے سنتے ہیں، اور
ان کے جوش کے ساتھ مغنی کا نغمہ تیز ہوتا اور انھیں شاندار ماضی کی یاد دلاتا ہے،

بوسینا میں مسلمان، عیسائی، یہودی، رومی، یونانی کیتھولک ہمیشہ متحد ہو کر رہے، لیکن
سب نے اپنی انفرادی خصوصیات کو محفوظ رکھا، یوں تو یوگوسلاوی قوم کی فلاح اور ترقی میں سب
کا ہاتھ ہے، لیکن اس کی تعمیر و تشکیل میں بوسینا کے مسلمانوں کا خاص حصہ ہے، بوسینا نے موجودہ
دور کے بہترین مصنفین پیدا کئے، صفوت بیگ باساجک، حمزہ ہومو، احمد مراد بیگووک وغیرہ
سارے ملک میں مشہور ہیں، ان کی اکثر تصانیف یورپ اور ایشیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی
ہیں، نقاشوں اور سنگ تراشوں کی بھی کمی نہیں ہے، مجاذک کی مصوری کی ساری دنیا میں

دھوم ہے، اور فنون لطیفہ کے دلدادہ اس کی غیر معمولی جدت طرازی اور کمال
فن پر شیدا ہیں، یہاں کے ڈاکٹروں، ہیئت دانوں، قانون دانوں، مورخوں، نقیدوں
پروفیسروں اور ججوں کی شہرت بھی کچھ کم نہیں ہے، اس ترقی میں عورتیں بھی مردوں سے پیچھے
نہیں ہیں، اور اپنی ترقی یافتہ ترکی بہنوں کی طرح وہ بھی حکومت کے ہر شعبہ میں نظر آتی ہیں خصوصاً
معلّم کی حیثیت سے تو سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں،

اسلام حکومت کا تسلیم شدہ مذہب ہے، یوگوسلاوی حکومت اسلامی انجمنوں کی مدد کے لئے
کافی رقمیں منظور کرتی تھی، یوگوسلاوی مسلمانوں کے واحد مذہبی رہنما اور سردار اور شیخ الاسلام
فہیم اسپندی فیا ہیں، ان کی اب بھی بہت اہم حیثیت ہے، وہ کابینہ کے وزیر بھی تھے، انکا
قیام بلغراد میں رہتا تھا، یہیں سے وہ اس وسیع شعبہ کی دیکھ بھال کرتے تھے، جس کے ذریعہ وہاں کے
مسلمانوں کی اسلامی روایات محفوظ ہیں،

گجرت ان کی سب سے بڑی اور طاقتور انجمن ہے، ان کی ذہنی زندگی گجرت کی ترقی کے
ساتھ وابستہ ہے، ۱۹۰۳ء میں جب یہ انجمن قائم ہوئی تو کسی کو یہ گمان بھی نہ تھا، کہ وہ اتنی
مفید اور بلند خدمتیں انجام دے سکیگی، اس انجمن کے چھبیس ہزار ممبر ہیں، اس کی غرض یتیموں کی
پرورش اور تعلیم و تربیت، غریب طالب علموں کو وظائف دینا ہے، ہونہار طالب علموں کو
بلغراد، قاہرہ، الجیریا، بلکہ آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں تک بھیجتی ہے،
انجمن کی طرف سے دستکاری کے مدرسے قائم ہیں، جہاں لڑکیوں کو کاتنے، قالین بننے
اور زردوزی کے کام کی تعلیم دی جاتی ہے، یوگوسلاویہ کے مسلمانوں نے مختلف شعبوں میں جو
ترقی کی ہے، وہ زیادہ تر گجرت کی مرہون منت ہے،

بوزنیا، ہرزگونیا اور شمالی سربیا کے مسلمانوں نے اب تک اپنے آبائی پیشہ اور تجارت کو

نہین چھوڑا ہے، دیہاتون کے کسان کھیتون مین بڑی محنت سے کام کرتے اور اپنے زراعتی کامون مین لگے رہتے ہین، اور شہرون مین تجارت اور دوسرے دھندون مین مصروف رہتے ہین، لکڑی تانبے، جواہرات زردوزی اور قالین کے کامون مین زیادہ ماہر اور ممتاز ہین، سراجو مین مشہور پروفیسر آرنلڈ کا قائم کیا ہوا ایک مدرسہ بھی ہے، حکومت کی جانب سے بھی ایک قالین بافی کا کارخانہ ہے، غرض یوگوسلاویہ کے مسلمانون کی حالت ہر اعتبار سے بہت اطمینان بخش ہے،

ع - ر ا

سائنس

(انجمن ترقی اردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ)

جون ۱۹۴۱ء کے چند مضامین

۱- ایک اور ایک سو زائد انجن کے ہوائی جہاز (۲) بجلی اور گرج پر ابن سینا کے خیالات (۳) حشرات کی تباہ کاریان اور فائدے (۴) تاریخ زمین کے ماخذون پر ایک نظر (۵) مچھلی کا تیل (۶) ہماری غذاؤن کے ماخذ (۷) آیوڈین،

جولائی ۱۹۴۱ء کے چند مضامین

(۱) کاغذ سازی (۲) بچہ پر موروثی اثرات (۳) اصول تحلیل اور جدید طبعیات، (۴) ہوائی حملہ اور زہریلی گیسین

یہ رسالہ ملکی زبان مین سائنس کا واحد رسالہ ہے، جس مین مختلف مضامین کے علاوہ ہر ماہ دلچسپ معلومات، سائنس سے متعلق سوال وجواب، سائنس و صنعت سے متعلق تازہ ترین خبرین اور نئی کتابون پر تبصرے شائع ہوتے ہین، رسالہ مین متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہین، امید ہے کہ علم کے شائقین اور اردو زبان کے بہی خواہ سرپرستی فرمائین گے، اشتہارات کے نرخ طلب کئے جا سکتے ہین،

چندہ سالانہ :- پانچ روپیہ سکہ انگریزی، نمونہ کا پرچہ آٹھ آنہ

المشتہر :- معتمد مجلس ادارت رسالہ سائنس جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن،

اخبار علمیہ

انگریزی رسالون کے بعض اہم مضامین

سال رواں مین اسلامی علوم وفنون، اور اسلامی ممالک پر دنیا کے مختلف حصون کے انگریزی رسالون مین جو اہم مقالات شائع ہوئے ہین، ان مین بعض یہ ہین،

"جرنل آف دی امریکن اورنٹیل سوسائٹی" بالٹی مور (مارچ ۱۹۴۱ء) مین ایک جرمن اہل قلم کا مضمون "دسوین صدی عیسوی مین عربی زبان کی علمی تنقیدات" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، اس مین مقالہ نگار نے یہ دکھایا ہے، کہ اس صدی مین شعراء کی زبان اور قرآن مجید کی معجز بیانی نے ارباب علم وادب کو شعر وشاعری کا لسانی تجزیہ کرنے کی طرف متوجہ کیا، اس تجزیہ سے شاعری مین جمالیاتی عناصر کو نمایان کرنے پر زیادہ زور دینے کی کوشش کی گئی، برلن کے ایک رسالہ Der Islam مین مولانا روم کے سوانح اور ان کے مریدون کے حالات پر ایک مقالہ چھپا ہے، "ایشیاٹک ریویو" لندن (اپریل ۱۹۴۱ء) مین ایک انگریز مقالہ نگار نے ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب "مستقبل الثقافة المصرية" پر ایک مستقل مضمون لکھکر یہ بتایا ہے، کہ جدید عربی لٹریچر مین یہ کتاب بہت ہی اہم ہے، "ایشیا" نیویارک (مارچ ۱۹۴۱ء) مین Sahara مین ساتوین صدی عیسوی تک کے عربون کی حکومت کے آثار پر روشنی ڈالی گئی ہے، "جرنل آف دی رائل امریکن سوسائٹی" (اپریل ۱۹۴۱ء) مین ایک

مسلمان اہلِ قلم نے مصر کے شمال مشرقی حصون مین مختلف قومون کی آبادی سے جو فرقہ وارانہ عناصر پیدا ہو گئے ہین، ان پر ایک مبسوط مضمون لکھا ہے "ایشیاٹک ریویو" لندن (اپریل ۴۱ء) مین سردار اقبال علی شاہ نے اپنے ایک مقالہ مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، کہ مشرقِ قریب کے مسلمانون کی ہمدردی انگریزون کے ساتھ ہے، موجودہ جنگ سے ان ممالک مین جو اقتصادی حالات پیدا ہو گئے ہین، ان پر بھی اس مضمون مین ایک تبصرہ ہے، "نیشنل جیوگریفک میگزین" واشنگٹن کے ایک مضمون مین (مئی ۱۹۴۱ء) ایک امریکن مضمون نگار نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ٹم بکٹو کے فن موسیقی کے فروغ مین حبشیون کے ساتھ مسلمانوں کا بھی حصہ رہا ہے، "سوشیولوجیکل ریویو" لندن (جنوری - اپریل ۴۰ء) میں مراکش کے گاؤن، قصبون اور قبیلون کے بازار پر ایک مقالہ شائع ہوا ہے، "اسلامک ریویو" ووکنگ مین ایک مسلمان اہلِ قلم نے موجودہ زمانہ کے حالات ومصالح کی بنا پر تعددِ ازدواج کو ایک ضروری مسئلہ قرار دیا ہے، "ایشیاٹک ریویو" لندن (اپریل ۴۱ء) کے ایک مقالہ مین یہ ظاہر کیا گیا ہے، کہ موجودہ جنگ مین عرب قوم رفتہ رفتہ انگریزون کی کی طرف مائل ہو رہی ہے، جرمنی کے پروپگنڈے اور چاپلوسی کے باوجود یہ قوم ہٹلر کی شہرۂ آفاق کتاب Mein Kamp کے ان فقرون کو فراموش نہیں کر سکتی جن مین اس کو ایک "ادنیٰ درجہ کی قوم" بتایا گیا ہے، "کن ٹمپریری ریویو" لندن کے ایک مضمون نگار نے بتایا ہے کہ مصر جنگ میں صرف اپنی مدافعت کے لئے شرکت کر سکتا ہے، اور اوس کے دوستانہ تعلقات سے انگریزون کو بڑی سہولتین بہم پہنچ رہی ہین، "گریٹ برٹین اینڈ دی ایسٹ" (جنوری ۴۱ء) مین مشہور اہلِ قلم داشن بروک ولیمز نے مسلمانون پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، کہ نازی حکومتون کا رویہ کلام پاک کے احکام کے سراسر خلاف ہے، "اٹلانٹک منتھلی" بوسٹن (اپریل ۴۱ء) کی ایک بحث مین یقین دلایا گیا ہے، کہ ترکی عصمت انونو کی حیرت انگیز دانشمندی

اور ہوشمندی کے ذریعہ اپنی جنگی اور اقتصادی مشکلات پر قابو حاصل کر کے انگریزون کے ساتھ ہو جائیگا، "کن ٹمپریری ریویو" لندن (مئی ۱۹۴۱ء) مین عصمت انونو، رفیق سیدام، سراج اوغلو، اور سپہ سالار چقماق کی زندگی کے حالات اور کارنامے بھی شائع کئے گئے ہین،

ہندوستان کی بعض طبی تحقیقات

طبی مسائل کی تحقیقات کے لئے ۱۹۱۱ء مین ایک ادارہ انڈین ریسرچ فنڈ ایسوسی ایشن کے نام سے قائم ہوا تھا، چنانچہ گذشتہ تیس سال مین اس ادارہ کی طرف سے غذا، ملیریا، ہیضہ، پلیگ، دق، جذام اور زچگی کے متعلق بہت سی نئی تحقیقات شائع ہو چکی ہین، جن سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ روزمرہ کی غذاؤن مین چاول کے ساتھ گیہون یا باجرہ کے آٹے کے استعمال سے غذا مقوی ہو جاتی ہے، [illegible] کی غذائیت میں دال سے بھی کافی قوت پہونچتی ہے، اس لئے ہندوستان کے زراعتی تحقیقات کرنے والے سرکاری ادارے دال کی کاشت پر زیادہ زور دیرہے ہین، طبی نقطۂ نظر سے غذاؤن مین برگ پوش (یا ورقی) ترکاریون کی اہمیت روز بروز زیادہ بڑھ رہی ہے، کیونکہ ان ترکاریون مین وٹامن اے اور سی اور چونا زیادہ ہوتا ہے، جن سے ان مین بڑی قوت پہنچتی ہے، مچھلی کو بھی غذا کا ایک اہم جزو قرار دیا گیا ہے، اور خیال کیا جاتا ہے، کہ اگر یورپ اور جاپان کی طرح ہندوستان مین بھی مچھلیون کی پرورش کی طرف توجہ کیجائے، تو وہ ہندوستانی غذاؤن کیلئے بہت ہی مفید ثابت ہو سکتی ہین،

ہندوستان کے مختلف امراض مین ملیریا روز بروز زیادہ مہلک ہو رہا ہے، اس مرض سے ہندوستان مین ہر سال دس لاکھ موتین ہوتی ہین، اور دس کرور سے زیادہ اشخاص اس مرض مین مبتلا ہوتے ہین، اس کے انسداد کے لئے صوبہ متحدہ، مدراس اور اوڑیسہ مین ادارے قائم کئے گئے ہین، ان اداروں کی تحقیقات کے بعد مرض کی زیادتی اور ہلاکت خیزی مین کمی ہونے کی اُمید ہے، "ص ع"

ادبیات

کس لئے

از پروفیسر آل احمد صاحب سرور

(۱)

اے ہم نفس یہ گرمیِ گفتار کس لئے؟
یہ ولولہ، یہ شوق، یہ آزار کس لئے؟
خوابیدہ انجمن میں یہ تلوار کس لئے؟
بنجر زمین پہ ابرِ گہربار کس لئے؟

(۲)

مانا کہ دل میں سوزِ محبت بھی ہے تو کیا!
پہلو میں دردِ درد میں لذت بھی ہے تو کیا!
کچھ نشۂ بلندیِ فطرت بھی ہے تو کیا!
احساسِ فرض، پاسِ حمیت بھی ہے تو کیا!

(۳)

اس جنسِ بے بہا کا خریدار کون ہے؟
اس جامِ لالہ رنگ سے سرشار کون ہے؟
سرمایہ دارِ دولتِ بیدار کون ہے؟
اپنے ہی احتساب پہ تیار کون ہے؟

(۴)

یہ جلوۂ تبسمِ برق و شرر فضول!
یہ دعویِ طہارتِ قلب و نظر فضول!
رنگینیِ تراوشِ خونِ جگر فضول!
کیفِ دعا فضول دعا میں اثر فضول!

(۵)

ذہنی مسرتیں بھی متاعِ جنون بھی ہیچ!
پابندیِ نظام کا سارا فسون بھی ہیچ
امید بھی فضول، امیدوں کا خون بھی ہیچ
حُسنِ عمل بھی ہیچ ہے جذبِ درون بھی ہیچ

---

(۶)

شاعر کو چاہیئے رہے عشقِ بتان میں مست
مومن کو چاہیئے ہو خیالِ جنان میں مست
بلبل قفس میں مست ہو یا آشیان میں مست
قدغن ہے کوئی رہ نہ سکے گلستان میں مست

(۷)

اے ہم نفس یہ گرمیِ گفتار کس لئے؟
یہ ولولہ، یہ شوق، یہ آزار کس لئے؟
خوابیدہ انجمن میں یہ تلوار کس لئے؟
بنجر زمین پہ ابرِ گہربار کس لئے؟

دعوتِ نشاط

از جناب اصغر حسین خان نظیر لودھیانوی

آکہ ظلمت گہ عالم کو درخشان کردین
ذرہ ذرہ کو چراغِ رہِ عرفان کردین
بحرِ خاموش کو آمادۂ طوفان کردین
منکرِ حشر کو بھی حشر بداماں کردین
ربطِ باہم سے نئے دور کا سامان کردین
مشکلینِ عشقِ سیہ بخت کی آسان کردین
موجِ انفاس سے گلشن کو معطر کر کے
باد کو عطر فشان پھول کو خندان کردین
آبیئن بادۂ اخلاص لبِ جوئے روان
ختم افسانۂ خونریزیِ ہجران کردین
مئے گلرنگ سے لبریز کرین جام و ایاغ
رات کے گوشۂ خلوت کو فروزان کردین
اک اشارے سے کرین ساقیِ مطرب کا ظہور
چنگ کو نغمہ سرا، جام کو رقصان کردین
صحنِ گلزار مین جس حوض پہ بیٹھین مل کر
اپنے سائے سے اُسے چشمۂ حیوان کردین
ڈالین جس مور پہ الطاف و محبت کی نگاہ
دم زدن مین اُسے ہمدوشِ سلیمان کردین
اپنا آئینۂ دل اوس کے مقابل رکھکر
اپنے کردار پہ واعظ کو پشیمان کردین
جو نظر آئے پرستارِ صنم خانہ نظیر
رنگِ توحید اوسے دے کے مسلمان کردین

مطبوعاتِ جدیدہ

اقسام القرآن از مولانا حمید الدین فراہی مرحوم مترجمہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۰۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت ۸ر، پتہ:- دائرۂ حمیدیہ سرائمیر اعظم گڈھ،

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید مین جابجا جو قسمین کھائی ہین، ان کے متعلق ایک متشکک کے دل مین مختلف قسم کے شکوک اور اعتراضات پیدا ہوسکتے ہین، مثلاً یہ کہ قسم کھانا فی نفسہٖ کوئی اچھی چیز نہین، اور خدا کے مرتبہ سے تو بہت فروتر ہے، پھر اگر قسم کھائی بھی جائے، تو کسی بلند مرتبہ چیز کی، اور اللہ تعالیٰ نے بہت چھوٹی چھوٹی چیزون مثلاً توحید، رسالت اور آخرت وغیرہ پر یقین دلانے کے لئے قسم کھائی ہے، تو ان پر محض قسم سے کسی منکر کے دل مین یقین نہین پیدا ہوسکتا، مولانا مرحوم نے اس کتاب مین انہی شکوک کے جوابات دیئے ہین، پہلے امام رازی اور ابن قیم کے جوابات نقل کرکے ان کی کمزوری دکھائی ہے، پھر اس بارہ مین اپنی تحقیق بیان کی ہے، ان کے نزدیک کلام مجید کی قسمین درحقیقت دلیلین ہین، چنانچہ مختلف قومون کی تاریخ، قسم کی غرض وغایت اس کے طریقون اسکی مختلف قسمون اور کلام مجید اور کلامِ عرب کی روشنی مین دکھایا ہے، کہ ہر موقع پر قسم کا ظاہری طریقہ متعارف معنون مین قسم نہین ہوتا، بلکہ اس سے مقصود استدلال ہوتا ہے، اور کلام پاک کی تمام قسمین اسی قبیل کی ہین اسلئے وہ خدا کے رتبہ سے فروتر ہین، اور نہ اس کے لئے مقسم بہ کی تعظیم و تقدیس ضروری ہے، پھر عام مفسرین پر اس پہلو کے مخفی رہنے کے

اسباب ظاہر کئے ہین، اور دلائل کو قسم کے لباس مین پیش کرنے کی بلاغتین مستحسن اور غیر مستحسن قسمون اور موقع کے لحاظ سے قسم کے مستحسن اور غیر مستحسن الفاظ کا فرق دکھایا ہے، اس ضمن مین اور بہت سے مفید معلومات اور ذوقی نکتے بھی آگئے ہین، مصنف مرحوم کی مخصوص قرآنی تحقیقات کی طرح یہ تحقیق بھی دلنشین اور عقلی و نقلی دلائل سے مدلل ہے، جن لوگون کو کلامِ پاک کے مطالعہ کا ذوق ہو یہ کتاب ان کے پڑھنے کے لائق ہے،

ایمان مولانا سید سلیمان ندوی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۳۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت مرقوم نہین، پتہ:- جناب مجاہد اللہ صاحب انصاری معتمد نشر و اشاعت انجمن تاریخ و تمدن مسلم یونیورسٹی علی گڈھ،

مولانا سید سلیمان ندوی نے انجمن تاریخ و تمدن مسلم یونیورسٹی کے جلسہ ستمبر ۴۰ء مین یہ تقریر فرمائی تھی، اس مین قومون اور ملتون کے عروج و زوال اور ان کی موت و حیات کے فلسفہ کی روشنی مین ایمان اور اسلامی عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے، کہ کسی قوم کی تعمیر اور اس کی بقا کے لئے اس کے تمام افراد مین ایک مشترکہ عقیدہ، ایک متحدہ نصب العین اور چند اصول حیات پر اعتقاد جازم اور اسکے حصول و بقا کے لئے پوری تنظیم و وحدت کے ساتھ عملی جدوجہد بمنزلہ اساس کے ہے، بغیر اس کے نہ کوئی قوم زندہ رہ سکتی ہے، اور نہ آگے بڑھ سکتی ہے، اور بغیر مشترک نصب العین کے عمل ناممکن اور بے نتیجہ ہے، اس اصولی بحث کے بعد تاریخ کی روشنی مین عالمگیر انسانی وحدت اور اسکی فلاح کے بارہ مین نسل، قومیت اور اقتصادی عقیدون کی ناکامی اور اس کے اسباب کو دکھا کر اس کے مقابلہ مین اسلامی عقائد کی برتری اسکی عالمگیری اور اس کے اجزا کی حکمتون اور مصلحتون کو ظاہر کیا ہے، اور اس کے متعلق جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہین انھین دفع دخل مقدر کے طور پر دور کیا ہے، یہ تقریر برسون کے تجربہ اور فکر و تدبر کا نتیجہ ہے، اور عوام سے زیادہ ہماری پریشان فکر جوان

کے پڑھنے کے لائق ہے،

تمدنِ اسلام از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۳ صفحے
کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت معلوم نہین، یہ کتاب بھی سابق پتہ سے ملیگی،

یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس مین مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اپنے مخصوص موثر تبلیغی انداز مین ایک مسلمان کی پوری زندگی کے مراسم اور تقریبات کے متعلق اسلامی تعلیمات اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے مین اسلامی قوانین کی سادگی اور پاکیزگی اور اس کے فوائد مصالح اور برکتون اور اس کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب کے پیرونکی زندگی کے مفاسد اور انسانی فلاح مین موجودہ تمدن کی ناکامیون اور اسکی اصلاح کے لئے اسلامی قوانین کی تقلید پر اضطرار کو دکھایا ہے، یہ تقریر نہ صرف مسلمانون بلکہ دوسری قومون کے لئے بھی سبق آموز ہے، اور اس لائق ہے کہ مسلمان اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنائین،

یارانِ میکدہ از جناب عبدالشکور صاحب بی اے علیگ تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۵۱ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت معلوم نہین، پتہ:- مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی،

انسان کی مختلف قسمون اور ان کی خصوصیات کا نفسیاتی مطالعہ بڑی دلچسپ چیز ہے، اس کتاب میں مزاحیہ رنگ مین ایک درجن مختلف خصوصیات کے انسانون کے کردارون کا جن مین مرد بھی ہین اور عورتین بھی، خاکہ پیش کیا گیا ہے، ہر کردار کی جزئیات کی مصوری سے مصنف کی قوتِ مشاہدہ کا پتہ چلتا ہے، کتاب بہت دلچسپ ہے، انسانون کی قسمین اتنی گوناگون ہین، کہ ان سب کا احاطہ مشکل ہے، تاہم اس کتاب مین بہت سے دلچسپ نمونے آگئے ہین،

تذکرۂ شمیم، از جناب سعید رضوی بی اے تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۲۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت معلوم نہین، پتہ :- مصنف صحبتیا باغ لکھنؤ سے ملیگی،

جناب مؤلف نے اس کتاب مین اپنی منہ بولی بہن انوار فاطمہ شمیم مرحومہ پروفیسر کراستھ ویٹ گرلس کالج الہ آباد کے حالات لکھے ہین، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایک مسلمان خاتون اعلیٰ تعلیم کے باوجود کس طرح اپنی نسوانی خصوصیات کو قائم رکھتے ہوئے اپنے تمام دینی و دنیوی حقوق و فرائض ادا کرسکتی ہے، مرحومہ کی ذات علمی قابلیت دینداری، سیرت و اخلاق کے لحاظ سے مسلمان عورتون کے لئے قابلِ تقلید نمونہ تھی اسلئے حالات آج کل کی تعلیم یافتہ عورتون کے پڑھنے کے لائق ہین، جناب مؤلف کو مرحومہ سے دلی تعلق تھا جس کا اثر پوری کتاب مین نمایان ہے، انداز بیان موثر اور دلنشین ہے،

مليريا مؤلفہ جناب ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب بی اے، ایل ایل بی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۹۲ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت مرقوم نہین، پتہ :- ڈاکٹر محمد عبدالحئی ہومیوپیتھ جونپور،

مليريا ہندوستان کا سب سے زیادہ موذی مرض ہے، اس سے لاکھون جانین سالانہ ضائع ہوتی ہین، جناب محمد عبدالحئی صاحب نے جو ایک تجربہ کار ہومیوپیتھ ہین، اس کتاب مین اس مہلک مرض کی تمام قسمون، اس کی علامتون، طریقۂ علاج اور دواؤن وغیرہ کے متعلق بہت مفصل اور مفید معلومات جمع کردئیے ہین، آخر میں مٹیرا میڈیکا کی وہ دوائین جو اس مرض مین زیادہ مفید ثابت ہوئی ہین اور ایک مکمل اور جامع ریپٹری بھی دیدی ہے، کتاب کی فنی خوبی کا صحیح اندازہ تو اس فن کے واقف کار ہی کرسکتے ہین، لیکن بظاہر کتاب بہت جامع اور مفید معلوم ہوتی ہے،

خزینۂ رباعیات از جناب شفق عمادپوری تقطیع جیبی ضخامت ۴۴۵ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت :- عہر، پتہ :- شمسی پریس بکڈپو گھسیارٹولہ گیا،

جناب شفق عمادپوری کی شہرت تعارف سے مستغنی ہے، خزینہ رباعیات ان کی رباعیون کا مجموعہ ہو، اس مین، توحید، تحمید، نعت منقبت، فلسفۂ الٰہیات، اخلاق وتصوف، دل، دنیا، ہستی، جوانی، پیری، فنا وبقا، جاڑا گرمی، برسات، روزے، عید، عشرہ محرم قومی تخیل خیام، ساقی، حسن وعشق، مکالمے، ضرب الامثال، مذاق، نصائح، اور آپ بیتی کے متعلق چارسو رباعیان ہین، جناب شفق کی قادرالکلامی مسلم ہے، یہ تمام رباعیان اس کا نمونہ ہین،

ایضاحِ سخن، مؤلفہ جناب مولوی تمنا عمادی پھلواروی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۳۵ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت معمولی، قیمت ۸؍ علاوہ محصول ڈاک پتہ :- مسلم ایسوسی ایشن پھلواروی، ضلع پٹنہ،

اصلاحِ سخن جناب احمد علی صاحب شوق سندیلوی کی مشہور کتاب ہے، اس مین ان کی سو دو غزلون پر ہندوستان کے اکثر ممتاز اساتذہ کی اصلاحین ہین، مولوی تمنا صاحب نے ان تمام اصلاحون پر نقد وتبصرہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن ایک ہی غزل کی نوبت آئی تھی، کہ یہ کام رک گیا، عام استفادہ کی غرض سے اسی کو انھون نے شائع کر دیا ہے، جناب مؤلف ایک مشہور اور صاحبِ نظر استاد ہین، اس لئے انکا یہ تبصرہ بھی ناقدانہ اور مستبصرانہ ہے، اور اس مین شعروشاعری کے متعلق بہت سے ادبی نکتے معلوم ہوتے ہین، لیکن جس طرح ان اصلاحون پر نقد کی گنجایش تھی، اسی طرح اس نقد پر کہین کہین گفتگو کی گنجایش نکل سکتی ہے، لیکن ادبی حیثیت سے اسکی اہمیت وافادیت مسلم ہے، اور نومشق شعراء اور اردو زبان وادب کے طلبہ کی ادبی بصیرت کیلئے اس کا مطالعہ بہت مفید ہے،

"م"

ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں } ہندوستان کی قدیم تاریخی کتابوں میں مرتب طور پر ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی حالات اور ان کے مدرسوں اور تعلیم گاہوں کا حال معلوم کرنا چاہیں، تو نہیں مل سکتا، مولوی ابوالحسنات مرحوم نے نہایت تلاش وتحقیق کے بعد ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہوں پر ایک مقالہ لکھا تھا، جس کو اہلِ نظر نے بے حد پسند کیا، اب دارالمصنفین نے اسی مقالہ کو کتابی صورت میں نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے، ضخامت ۱۴۴ صفحے قیمت: ۱۲؍

مختصر تاریخ ہند ہمارے اسکولوں میں جو تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں، ان کا لب ولہجہ دلآزاری اور تعصب سے خالی نہیں ہوتا، اس وجہ سے ہندوستان کی مختلف قوموں میں تعصب اور بغض وعناد پیدا ہو جاتا ہے، مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی نے یہ تاریخ مدرسوں اور طالب علموں کے لئے اس غرض سے لکھی ہے کہ اس کا طرز بیان قومی جذبات سے متاثر نہ ہو، اور ہندو اور مسلمان فرمانرواؤں نے ہندوستان کے بنانے میں جو کام کئے ہیں وہ طالب علمون کو بلا تفریق مذہب وملت معلوم ہو جائین، ضخامت ۲۰۰ صفحے، قیمت: عہر

اس کتاب کو گورنمنٹ بہار نے اپنے سرکاری مدرسون میں جاری کیا ہے، اور حکومت یوپی نے اس کے ۵۰۰ نسخے سرکاری لائبریریوں کیلئے خریدے ہیں، ہماری بادشاہی، ہمارے چھوٹے بچوں کے نصاب میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو ان کو تیرہ سو برس کی قومی تاریخ سے باخبر کر سکے، یہ کتاب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے، اس کی زبان بچوں کے لائق دلچسپ اور پسندیدہ ہے، یہ ان تمام بڑی بڑی سلطنتوں کی مختصر اور آسان تاریخ ہے جو گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں نے دنیا کے مختلف حصوں میں قائم کیں، قیمت: ۸؍ ضخامت ۱۰۰ صفحے،

ہندوستان کی کہانی ہندوستان کی تاریخ کا یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت آسان اور سہل زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ ہمارے مکتبوں اور ابتدائی مدرسوں کے بچے اس کو آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکیں، ضرورت ہے کہ یہ رسالہ چھوٹے بچوں کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ وہ کون تھے، اور اب کیا ہیں؛ ضخامت ۷۰ صفحے، قیمت ۱۲؍

از مولوی عبدالسلام قدوائی ندوی،

تاریخ اخلاق اسلام جلد اول، اس میں اسلامی تاریخ کی پوری تاریخ، قرآن پاک اور احادیث کے اخلاقی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے مختلف حیثیتوں سے نقد وتبصرہ ہے، مصنفہ: مولانا عبدالسلام ندوی، ضخامت ۴۷۰ صفحے، قیمت ۱۲؍

تاریخ اسلام حصہ اول (از آغاز اسلام تا حضرت حسین رضی اللہ عنہ) اس کتاب میں عرب قبل از اسلام کے حالات، اور ظہورِ اسلام سے لیکر خلافت راشدہ کے اختتام تک کی اسلام کی مذہبی، سیاسی اور تمدنی تاریخ ہے، مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی، حجم ۴۰۰ قیمت ۸؍

دولت عثمانیہ حصہ اول (مرتبہ مولوی محمد عزیز صاحب ایم اے رفیق دارالمصنفین) یہ مسلمانوں کی زندہ حکومت ترکی کے عروج وزوال اور جمہوریہ ترکی کی مفصل تاریخ ہے، پہلے حصہ میں عثمان اول سے مصطفےٰ رابع تک پانچ صدیوں کے مفصل حالات ہیں، اردو میں اب تک ترکی حکومت کی اس سے زیادہ بسیط اور مستند تاریخ نہیں لکھی گئی، حجم ۶۹۰، قیمت ۸؍